اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ

ماہنامہ

اپریل ۲۰۲۵ء

البرہان

لاہور

جب تک موجودہ نظامِ تعلیم وتزکیہ کی اسلامی تناظر میں اصلاح نہ ہو
فرد، معاشرہ اور ریاست اسلامی ہو ہی نہیں سکتے

مُدِیر: پروفیسر ڈاکٹر محمد امین

CPL No. 296 Monthly Al Burhan April 2025

کارِ خیر میں تعاون فرمائیں

ہمارے ایک خیر خواہ نے جلو موڑ کے قریب ہمیں چھ کنال اراضی مسجد اور قرآن سنٹر کی تعمیر کے لیے دی ہے۔ ہم اس رمضان المبارک میں دو کنال پر دو منزلہ مسجد کی تعمیر کا آغاز کر رہے ہیں۔

ہم مخیر حضرات سے درخواست کرتے ہیں کہ تعمیر مسجد میں ہم سے تعاون فرمائیں۔ کیش کے علاوہ یہ تعاون اینٹوں، سریا اور سیمنٹ کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔

تدریس القرآن کی تین جلدوں کی طباعت بھی پیش نظر ہے۔ اس لیے اپنی زکوٰۃ، صدقات وعطیات سے صدقۂ جاریہ میں حصہ لیں۔

ڈاکٹر محمد امین

تحریک اصلاحِ تعلیم ٹرسٹ

سونیری بینک لمیٹڈ، مین برانچ، دی مال، لاہور

اکاؤنٹ نمبر: PK92SONE0000120000056341

جاز کیش: 0300-4354673

یہ اسباق یوٹیوب پر بھی موجود ہیں:
Prof.Dr. Muhammad Amin

تدریس القرآن

مرتب: پروفیسر ڈاکٹر محمد امین

قرآن حکیم کا ترجمہ سیکھنے کے لیے

سبق: ١٤ — سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ مَدَنِيَّةٌ — آیت (٦٣-٧١)

اٰیاتھا ٢٨٦ — رکوعاتھا ٤٠

متن قرآن حکیم مع ترجمہ لفظی و بامحاورہ	قرآنی لفظ	اردو استعمال
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ	اَخَذْنَا	ماخوذ، ماخذ، اخذ کرنا
اور جب / لیا ہم نے / پختہ عہد تم سے / اور اٹھایا ہم نے / اوپر تمہارے / طور کو	مِيْثَاقَكُمْ	میثاقِ مدینہ، وثیقہ، وثوق
اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور (کوہ) طور کو تمہارے اوپر لا کھڑا کیا کہ تم	رَفَعْنَا	رفعت، رفیع، رفع یدین
خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ	فَوْقَكُمْ	مافوق الفطرت، فائق
تم پکڑو / جو / دیا ہم نے تمہیں / مضبوطی سے / اور تم یاد رکھو / جو ہے / اس میں / تاکہ تم	خُذُوْا	اخذ کرنا، ماخذ، ماخوذ
اس (کتاب) کو جو ہم نے تمہیں دی ہے مضبوطی سے پکڑو اور جو اس میں ہے اسے یاد رکھو	بِقُوَّةٍ	قوت، قوی، مقوی غذا
تَتَّقُوْنَ ﴿63﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْ لَا	تَتَّقُوْنَ	متقی، تقوی، متقین
تقویٰ اختیار کرو / پھر / پھر گئے تم / اس کے بعد / اور اگر / نہ		
تاکہ تم تقوی اختیار کرسکو۔ مگر اس کے بعد تم اس (عہد) سے پھر گئے		
فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ	فَضْلُ	فضل، فضیلت، افضل
فضل ہوتا / اللہ کا / تم پر / اور رحمت اس کی / ضرور تم ہوتے	رَحْمَتُهٗ	رحمت، رحیم، مرحوم، رحمٰن
اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم خسارہ پانے والوں میں		
مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿64﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا	الْخٰسِرِيْنَ	خسارہ، خسران، خائب وخاسر
خسارہ پانے والوں میں سے / اور یقیناً / تمہیں معلوم ہے / جو لوگ / حد سے بڑھ گئے	عَلِمْتُمُ	علم، عالم، معلوم، علامہ
سے ہوتے۔ اور یقیناً تمہیں معلوم ہے کہ تم میں سے جن لوگوں نے سبت (کے دن والے		
مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿65﴾	اعْتَدَوْا	اعتداء، ظلم وتعدی
تم میں سے / سبت میں / پس کہا ہم نے / ان سے / ہو جاؤ تم / بندر / ذلیل	فَقُلْنَا	قیل وقال، قول، اقوال
قانون) کی خلاف ورزی کی تو ہم نے انہیں کہا ہو جاؤ ذلیل ہو کر بندر۔		
فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا	فَجَعَلْنٰهَا	جعل سازی، جعلی
اور بنا دیا ہم نے اسے / عبرت / ان کے لیے / جو اُس وقت تھے / اور جو / بعد میں آئے	يَدَيْهَا	ید بیضا، ید طولی، رفع یدین
اور ہم نے اس (واقعہ) کو اُس وقت کے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت	خَلْفَهَا	خلیفہ، خلافت، ناخلف اولاد

متن قرآن حکیم مع ترجمہ لفظی وبامحاورہ	قرآنی لفظ	اردو استعمال
وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿66﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ	مَوْعِظَةً	وعظ، واعظ، پندوموعظت
اور نصیحت · متقیوں کے لیے · اور جب · کہا · موسیٰ نے · اپنی قوم سے		
اور متقین کے لیے نصیحت بنا دیا۔ اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ		
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا	يَاْمُرُكُمْ	امر، امور، آمر، مامور
بے شک · اللہ · حکم دیتا ہے تمہیں · کہ · تم ذبح کرو · گائے · انہوں نے کہا	تَذْبَحُوْا	ذبح، ذبیح، مذبح
اللہ تمہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کیا		
اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ	اَتَتَّخِذُنَا	اخذ کرنا، ماخوذ، ماخذ
کیا تم کرتے ہو ہم سے · مذاق · اس نے کہا · میں پناہ چاہتا ہوں · اللہ کی · کہ	هُزُوًا	استہزاء کرنا (مذاق اڑانا)
تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟ (موسیٰؑ نے) کہا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں	اَعُوْذُ	تعوذ، معاذ اللہ، تعویذ
اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿67﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا	الْجٰهِلِيْنَ	جاہل، جہلاء، جاہلیت، جہالت
میں ہو جاؤں · جاہلوں میں سے · انہوں نے کہا · پوچھو · ہمارے لیے		
اس سے کہ جاہلوں جیسی حرکت کروں۔ انہوں نے کہا تم اپنے		
رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ	يُبَيِّنْ	بیان، بیانیہ، بیّن، بینات
اپنے رب سے · وہ واضح بیان کرے · ہمارے لیے · کیسی ہے · وہ (گائے) · اس نے کہا		
رب سے درخواست کرو کہ وہ ہمیں وضاحت سے بتائے کہ وہ (گائے) کیسی		
اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ	بَقَرَةٌ	بقرعید، سورہ بقرہ
بے شک وہ · کہتا ہے · کہ وہ · گائے ہے · نہ · بوڑھی · اور نہ · کنواری (جوان)	بِكْرٌ	باکرہ لڑکی
ہے؟ (موسیٰؑ نے) کہا وہ (اللہ) فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی		
عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿68﴾	فَافْعَلُوْا	فعل، افعال، فاعل، مفعول
درمیانی · بیچ · اس کے · پس کرو · جس کا · تمہیں حکم دیا جا رہا ہے۔	تُؤْمَرُوْنَ	امر، امور، آمر، مامور
بلکہ درمیانی (عمر) کی ہے۔ پس تمہیں جو حکم دیا جا رہا ہے وہ کرو۔		

اہم نکات

مشکل الفاظ کے معانی

۱۔ السبت: ہفتے کا دن (Saturday) یہودیوں کو ہفتے کے دن کام کاج سے منع کیا گیا تھا اور اسے عبادت اور دینی کاموں کے لیے مختص کیا گیا تھا (جس طرح مسلمانوں کے ہاں جمعہ کا دن ہے اور نماز جمعہ کے وقت تجارت اور کام کاج منع ہے)۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۵۰)

ماہنامہ
البرہان
لاہور
Since 2010

شمارہ ۳ — جلد ۲۹

برائے آن لائن مطالعہ
www.alburhaan.pk

اپریل ۲۰۲۵ء/شوال ۱۴۴۶ھ

آئینہ مضامین

☜ خودنوشت

میرا محبوب — مدیر — ۴

☜ مقالۂ خصوصی

ہماری تعلیم پر مغربی فکر وتہذیب کے اثرات — پروفیسر ڈاکٹر محمد امین — ۷

☜ تعلیم وتربیت

-عہدِ حاضر کا انسان تعلیم وترقی چاہتا ہے، ہدایت نہیں — سید خالد جامعی — ۲۵

- دینی مدارس: انسانی وسائل کا عظیم سرچشمہ ان وسائل کو کیسے مفید تر بنایا جائے؟ — پروفیسر ملک محمد حسینؒ — ۲۷

☜ تزکیۂ نفس

اعمالِ صالحہ میں کمی کے اسباب — حافظ محمد موسیٰ بھٹو — ۳۰

☜ تفہیم دین

رمضان کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟ — مفتی تنظیم عالم قاسمی — ۳۴

☜ اسلام اور مغرب

سیکولرائزیشن -نیا انداز اور جدید طریقے — اسرار عالم — ۳۹

مدیر

ڈاکٹر محمد امین

ادارۂ تحریر

ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری
حافظ محمد عمران طحاوی

لیگل ایڈوائزر

محمد یحییٰ رشید، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

انچارج سرکولیشن
(0300-4107282)
[برائے خریداری، تجدید، شمارہ تاخیر سے ملنے کی شکایت اور مکتبہ البرہان کی کتب کی خریداری کے لیے]

زرِ اعانت: فی شمارہ 85 روپے
سالانہ 1000 روپے۔ پانچ سال: 5000 روپے
تاحیات 20,000 روپے

تحریک اصلاحِ تعلیم ٹرسٹ
سونیری بنک لمیٹڈ، مین برانچ، لاہور
PK92SONE0000120000056341

برائے رابطہ
136 نیلم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

کمپوزنگ: حافظ محسن یوسف
0306-4640366

خودنوشت (میں نے زندگی سے کیا سیکھا) قسط: ۱۲ مدیر

میرا محبوب

میں کل نماز میں سورۃ الضحیٰ پڑھ رہا تھا کہ ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝۵﴾ پر رُک گیا اور غور کرنے لگا۔

یہ بات ذرا پرانی ہے غالباً ۱۹۸۷ء کی۔ اپریل ۱۹۸۶ء میں جب مَیں سعودی عرب سے واپس آیا تو ملازمت کا ارادہ نہ تھا کیونکہ ملازمت کے اپنے مسائل ہوتے ہیں اور اس سے وقت نکالنا مشکل ہوتا ہے۔ مَیں چاہتا تھا کہ کوئی کاروبار جم جائے تو روٹی کمانے کی فکر نہ رہے اور زیادہ وقت اپنی اور قوم کی دینی اصلاح میں لگاؤں۔ بزنس تھا الیکٹرانک کمپوزنگ اور پبلشنگ کا۔ اُس وقت تک پرسنل کمپیوٹر (PC) مارکیٹ میں نہ آیا تھا اور لکھنے کا سارا کام کاتب کرتے تھے جس میں وقت لگتا تھا۔ ہم نے انگلینڈ سے لائنوٹائپ کے کمپوزنگ کمپیوٹرز منگوائے تھے جو اس وقت کی پبلشنگ مارکیٹ کی ضرورت تھے۔ میری پوری توجہ اور کوشش کے باوجود پراجیکٹ خسارے میں جا رہا تھا جس میں میری ساری بچت اور کچھ دوستوں کے پیسے لگے تھے۔ مجھے کسی نے کہا کہ جس بلڈنگ میں تمہارا دفتر ہے یہ آسیب زدہ ہے اور جو بھی اس میں رہائش رکھتا ہے یا کاروبار کرتا ہے وہ ناکام ہوجاتا ہے۔ مجھے بھی اس کا شک تھا کیونکہ کئی واقعات ایسے پیش آئے تھے جن کی توجیہ بظاہر ممکن نہ تھی۔

جماعت اسلامی کے پروفیسر عثمان غنی صاحب (اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب فرمائیں) ان سے اُس وقت میری خاصی دوستی تھی۔ ان کی صاحبزادی کا آسیب کا مسئلہ تھا۔ ان سے ذکر ہوا تو انہوں نے کہا شاہ عالم مارکیٹ میں قاری احمد دین صاحب سے ہم نے استفادہ کیا ہے آپ بھی میرے ریفرنس سے ان سے ملیں۔ وہ عامل ہیں لیکن صحیح العقیدہ آدمی ہیں، دینی مدرسہ بھی چلاتے ہیں۔ مَیں وہاں گیا اور قاری صاحب سے ملا، انہوں نے کچھ آیات پڑھنے کو کہا، کچھ تعویز دیے۔ صلاۃ الحاجت پڑھنے کو کہا۔ مسئلہ حل نہ ہوا اور مجھے کئی دفعہ ان کے پاس جانا پڑا۔ ایک دفعہ انہوں نے کہا کہ آج مَیں آپ کو آخری چیز بتا رہا ہوں، اگر اس سے بھی فائدہ نہ ہوا تو پھر میرے پاس اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں (مطلب یہ کہ پھر آئندہ نہ آئیں) جو انہوں نے

بتایا وہ یہ تھا کہ سورۃ الضحیٰ اور الم نشرح کثرت سے پڑھیں، ہر نماز میں پڑھیں۔تب سے یہ میرا معمول ہے کہ دوسری مسنون سورتوں کے علاوہ ان دو سورتوں کو اکثر نماز میں پڑھتا ہوں۔

کل جب فجر سے کچھ پہلے یہ سورت پڑھی تو ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝۵﴾ پر رُک گیا۔نماز ختم کی لیکن بعد میں بھی اسی پر غور کرتا رہا کہ رزق اور عزت دینے میں اللہ سبحانہ کا، جو اس کائنات کے خالق و مالک ہیں، دستور یہ ہے کہ وہ جس کو چاہیں زیادہ دیتے ہیں اور جس کو چاہیں کم دیتے ہیں۔جس کو چاہیں عزت دیتے ہیں اور جس کو چاہیں ذلت۔

﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ ....﴾ [الرعد ۲۶:۱۳]

''اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں وسعت کر دیتا ہے، اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے۔''

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۶﴾ [آل عمران ۲۶:۳]

''کہو کہ: اے اللہ! اے اقتدار کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رسوا کر دیتا ہے، تمام تر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

لیکن سورۃ الضحیٰ میں جہاں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے یہ فرما رہے ہیں کہ تم (عارضی طور پر وحی کے رکنے سے) مایوس کیوں ہوتے ہو، مَیں تو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہا ہوں اور تم پر مہربانیاں کی ہیں۔تم یتیم تھے تو تمہاری دستگیری کی، اہل و عیال کے خرچ سے تنگ تھے تو تمہیں غنی کیا۔اپنے ملک و ملت کے حالات پر کڑھتے تھے تو اس کا علاج بتایا۔اسی ضمن میں فرمایا کہ ہم تمہیں اتنا دیں گے جس سے تم راضی ہو جاؤ۔

دیکھ لیجیے یہ وہ رویہ نہیں جو اوپر مذکورہ آیات میں آیا۔وہاں تو یہ تھا کہ ہم جس کو چاہیں تھوڑا دیں اور جس کو چاہیں زیادہ دیں، یہ ہماری مرضی ہے، لیکن سورۃ الضحیٰ میں فرمایا کہ ہم تمہیں اتنا دیں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ، جتنی تمہاری رضا ہو۔صاف نظر آتا ہے کہ یہ رویہ محبوبانہ ہے۔جیسے کوئی اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ تم جو چاہتے ہو وہ دوں گا، جتنا چاہو گے اتنا

دوں گا۔ یہ بات تو کوئی محب اپنے محبوب ہی سے کہتا ہے اور بلا شبہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''....وَأَنَا حَبِيْبُ اللهِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ۔''[۱]

''مَیں اللہ کا حبیب ہوں لیکن مجھے اس پر فخر نہیں اور میں آخرت میں حمد کا جھنڈا اٹھائے ہوں گا لیکن مجھے اس پر فخر نہیں۔''

یہاں ایک اور احساس ابھرا کہ نبی کریم ﷺ سے محبت تو مَیں بھی کرتا ہوں اور بہت زیادہ کرتا ہوں۔ اتنی زیادہ اور اتنی جذباتی کہ اس کا اظہار لفظوں میں ممکن نہیں....تو مطلب یہ ہوا کہ جو اللہ کا محبوب ہے وہ میرا بھی محبوب ہے۔ جس کی خوشی اللہ چاہتا ہے، مَیں بھی اسی کی خوشنودی چاہتا ہوں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ جب اللہ کا اور میرا محبوب مشترک ہے تو یہ تو میرے اور اللہ کے درمیان باہم بہت قربت کی بات ہے۔ جو اللہ کا محبوب، وہ میرا محبوب۔ اور جو میرا محبوب وہ اللہ کا محبوب۔ گویا مَیں اور اللہ ایک ہی محبوب کے محب ہیں۔

اپنا معیار زمانے سے جدا رکھتے ہیں
ہم تو محبوب بھی محبوبِ خدا رکھتے ہیں

اس موضوع پر مسلسل سوچتے ہوئے یہ تصورِ دل و دماغ پر چھا گیا اور ایک ایسی سرشاری کی اور ایسی لطیف کیفیت طاری ہوگئی جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا اور جس کا اس سے پہلے کبھی زندگی میں تجربہ نہ ہوا تھا۔ یا اللہ مجھے رسول اللہ کی اتنی محبت عطا فرما جتنی آپ ان سے کرتے ہیں۔ یا اللہ! مجھے رسول اللہ ﷺ کے اتباع کی توفیق عطا فرما تاکہ آپ بھی مجھ سے محبت کرنے لگ جائیں جیسا کہ آپ نے وعدہ کیا ہے۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿31﴾﴾ [آل عمران ۳:۳۱]

''(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔''

---

[۱] جامع ترمذی: رقم الحدیث: ۳۶۱۶

مقالۂ خصوصی

پروفیسر ڈاکٹر محمد امین

ہماری تعلیم پر مغربی فکر و تہذیب کے اثرات

ہلال و صلیب کی کشمکش - تاریخی تناظر

حق و باطل میں کشمکش فطری اور ازلی ہے۔ اللہ کی عبادت و اطاعت اور رسالت و آخرت پر یقین کی زندگی گزارنا حق ہے اور اللہ، رسول اور آخرت کا انکار اور زندگی اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق گزارنا باطل ہے۔ کسی ایک نبی کا انکار دراصل سارے انبیاء کا انکار ہے بلکہ یہ انکارِ خدا ہے کیونکہ ہر نبی زمین پر خدا کا فرستادہ اور نمائندہ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہود و نصاری نے جب نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر (منکر حق) قرار دیا۔ تاہم کفار مشرکین اور کفار اہل کتاب میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر سرے سے خدا، رسول اور آخرت کو مانتے ہی نہیں اور ثانی الذکر خدا، رسول اور آخرت کو اپنی مرضی کے مطابق مانتے ہیں، اللہ کے آخری نبی کا انکار کرتے ہیں اور آسمانی کتب اور تعلیمات میں انہوں نے اپنی خواہشات نفس سے تحریف کر لی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے جب مدینہ (یثرب) تشریف لائے اور اس شہر کو اشاعت و اقامت دین کے لیے اپنا مرکز بنایا تو وہاں کے یہود نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ناکام بنانے کے لیے پورا زور لگایا، سازشیں کیں، کفار مشرکین سے مل کر ساز باز کی، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوششیں کیں، باہر سے دشمنوں سے یلغار کرائی تو خود اندر سے حملے کے منصوبے بنائے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر گھات لگا کر حملے کی سازش کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زہر کھلایا اور اسی زہر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوئی۔ اس اسلام اور مسلم دشمنی کی وجہ سے یہودی قتل بھی کیے گئے اور شہر بدر بھی کیے گئے اور اس کے باوجود وہ سازشوں اور دشمنی سے باز نہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے انہیں ملک بدر کرنے کا حکم دیا۔ عیسائی مدینہ سے دور نجران میں تھے اور زیادہ طاقتور بھی نہ تھے لہٰذا انہوں نے دلیل و مناقشے میں شکست کھانے کے بعد لڑنے اور مقابلہ کرنے کی بجائے دب کر مسلمانوں سے صلح کر لی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صحابہ میں بھی یہودی اپنی سازشوں سے باز نہ آئے اور حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت اور حضرت علیؓ کی حمایت میں مبالغے (انہیں خدا قرار دینا) میں بھی عبداللہ بن سبا اور یہودیوں کا ہاتھ بتایا جاتا ہے۔ مسلمانوں سے شکست کھانے کے بعد رومی عیسائیوں کی مسلم دشمنی زہر گھولتی رہی اور انہوں نے جہاں بھی موقعہ پایا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ چنانچہ رومی بادشاہ نے حضرت علیؓ کے خلاف جنگ میں حضرت معاویہؓ کو امداد کی پیش کش کی اور عبدالملک کے زمانے میں سکّوں (درہم و دینار) پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین والے الفاظ کندہ کرنے کی دھمکی دی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ رویہ مسلمانوں کے خلاف جاری رہا یہاں تک کہ ۱۴۵۳ء میں مسلمانوں نے ترک سلطان محمد فاتح کے زمانے میں خشکی پر جہاز چلا کر قسطنطنیہ (موجوہ استنبول) اور اس کے عیسائی ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کرلیا۔ قتل کرنے کی بجائے سلطان نے عیسائیوں اور پادریوں کو امن اور عزت سے شہر سے جانے کی اجازت دے دی۔ عیسائی پادریوں نے یورپی ممالک میں جا کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید پروپیگنڈا کیا اور نفرت و تعصّبات کے بیج بوئے۔ صلیبی جنگوں میں بھی عیسائی یورپی ممالک متحد ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے اور جب انہوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو انہوں نے مسلمانوں کا اس بے دردی سے قتل عام کیا کہ ان کے گھوڑے گھٹنوں اور کمر تک مسلمانوں کے خون میں ڈوب رہے تھے۔ ان لوگوں کی تحریر کردہ اُس زمانے کی اسلام اور مسلمانوں پر کتب دیکھیں تو اس طرح کی باتیں عام ملتی ہیں کہ مسلمان بت پرست ہیں، قرآن بائبل کی نقل ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مرگی کے مریض، آسیب زدہ اور جنسی مریض تھے (نعوذ باللہ من تلك الھفوات)۔

ان حالات میں مسلمانوں سے نفرت اور جوش انتقام میں جب اہل مغرب نے قوت پکڑی اور مسلم معاشرے کو کمزور اور روبہ زوال دیکھا تو انہوں نے سازشوں سے (مثلاً ترکوں اور عربوں کو لڑا کر اور خلافت کا خاتمہ کرا کر) ان کی ہلتی دیوار کو دھکا دے کر گرا دیا اور مسلم ممالک پر قبضہ کرلیا۔ ان کو خوب لوٹا، کچلا اور ان کو ہمیشہ غلام رکھنے کے لیے ان کے نظام اجتماعی (سیاسی نظام، معاشی نظام، قانونی نظام، معاشرتی نظام......) کو منہدم کیا اور ان کی اپنی فکر و تہذیب کے مطابق تشکیلِ نو کی۔ خصوصاً انہوں نے مسلمانوں کے نظام تعلیم کو بدلا، ان کی

زبانوں کو ذریعہ تعلیم نہ رہنے دیا (جیسے برصغیر میں فارسی کو) اور انگریزی کو غالب کیا، نصاب کو بدلا، مسلم تاریخ وتہذیب کو ہلکا اور سیاہ بنا کر پیش کیا، معاصر مغربی علوم کو شامل تدریس کیا اور اپنی علمی اور فکری برتری کو مبالغے کے ساتھ پیش کیا، ہم نصابی سرگرمیوں کو اپنا رنگ دیا جیسے مقامی کھیلوں کی بجائے کرکٹ اور فٹ بال کو رواج دیا، طلبہ کی یونیفارم بدل کر افرنگی کردی، اپنی غذائیں رائج کیں جیسے چائے پینے کی عادت ڈالی، استاد کے سامنے مؤدب دوزانو بیٹھ کر پڑھنے کی بجائے میز کرسی کو رواج دیا...... وغیرہ۔ انہوں نے یہ سب کچھ مسلمانوں سے نفرت اور جوش انتقام میں کیا۔ تاکہ مسلم ذہن مغربی فکر وتہذیب سے مرعوب ومتاثر ہوجائے۔ انہوں نے لارڈ میکالے کی اس اسکیم کو کامیابی سے نافذ کیا کہ ہندوستان کا تعلیمی سانچہ ایسا کردو کہ ان کے نام مسلمانوں جیسے رہیں لیکن عملاً وہ مغربی تہذیب وثقافت کو اپنا لیں۔ انہوں نے مسلم گریجوایٹس کو عموماً نچلے درجے کی ملازمتیں دیں اور ان کے اندر کلرکانہ، ملازمانہ وتابعدارانہ ذہنیت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ غرض انہوں نے بھرپور کوششوں سے تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کو ذہنی اور فکری غلام بنایا اور انہیں اپنی فکر وتہذیب کا شائق اور گرویدہ بنالیا تاکہ وہ ہمیشہ ان کے غلام رہیں۔

اس صورت حال میں تعلیم کے میدان میں مسلم معاشرے میں دو طرح کا ردعمل ہوا۔ ایک طرف سرسید جیسے مسلمانوں نے مغربی تہذیب کی بالادستی اور تعلیم میں انگریز کے استعماری ایجنڈے کو یہ کہہ کر قبول کرلیا کہ اس سے مسلمانوں کو روزگار اور ترقی ملے گی۔ دوسری طرف علماء نے جو انگریزوں کے غلبے سے پہلے معاشرے کا تعلیمی نظام چلا رہے تھے اور اب حکومتی سرپرستی ختم ہونے، اوقاف پر پابندی لگنے اور فارسی ذریعہ تعلیم کے خاتمے سے فارغ اور معطل ہوکر رہ گئے تھے، معاشرے کی مدد سے موجودہ طرز کے دینی مدارس کے قیام کا دیوبند سے آغاز کیا اور اپنے نظام تعلیم میں انگریزی اور معاصر مغربی سوچ کو جگہ دینے سے انکار کردیا کیونکہ وہ انگریز کی غلامی سے نفرت کرتے تھے، انہیں ملک سے نکالنا چاہتے تھے اور اپنے طلبہ کو انگریز کی ملازمت سے بچانا چاہتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان کے پاس مادی وسائل کی کمی تھی لہٰذا انہوں نے اپنے آپ کو بنیادی دینی علوم کی تدریس تک محدود رکھا تاکہ مسجدیں آباد رہیں اور نکاح وطلاق اور غمی وخوشی کی معاشرتی رسمیں باقی رہیں تاکہ برصغیر کا مسلم معاشرہ اندلس کی طرح تباہ نہ ہوجائے۔

یورپ سارے مقبوضہ مسلم ممالک پر اور انگریز ہندوستان پر دوامی قبضے کا عزم اور

منصوبے رکھتے تھے، تاہم انسان جو چاہے سوچے اور کرے، ہوتا وہی ہے جو اللہ کو منظور ہو چنانچہ مسلمانوں نے آزادی کی جدوجہد جاری رکھی۔ دوسری طرف اہل یورپ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں باہم لڑکر کمزور ہو گئے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد ان کے لیے مسلم ممالک پر قبضہ رکھنا مشکل ہو گیا اور مسلم ممالک ایک ایک کرکے آزاد ہونا شروع ہو گئے لیکن یہاں بھی اہلِ مغرب نے ڈنڈی ماری۔ انہوں نے اپنے استعماری عزائم اور منصوبے جاری رکھنے کے لیے حکمت عملی تبدیل کر لی۔ انہوں نے کوشش کرکے اقتدار ان سیاسی قوتوں کو منتقل کیا جو ان کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے اور بیوروکریسی پہلے ہی ان کی تیار کردہ اور تربیت یافتہ تھی۔ انہوں نے اپنے ایجنٹ حکمرانوں کو اقتدار میں لانے اور رکھنے اور اسلام پسند قوتوں کا راستہ روکنے کی حکمت عملی اپنالی۔ پھر ان ایجنٹ حکمرانوں کے ذریعے حکومتی پالیسیوں کو کنٹرول کیا، ان کو بھاری قرضے دیے، انہیں کمشن اور رشوت دی، انہیں لوٹ مار اور جیبیں بھرنے کی ترغیب دی، ان کے خفیہ اکاؤنٹ یورپی ممالک میں کھلوائے۔ اس طرح انہوں نے مسلم ممالک کو مفلس وقلاش بنادیا اور مسلم عوام کو دوسری کوئی بات سوچنے کی بجائے دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے رہے۔ سارے شعبہ ہائے زندگی میں انہوں نے اسی طرح اپنے لے پالک حکمرانوں، سیاستدانوں اور فوج وسول بیوروکریسی کے ذریعے مسلم ممالک کو تباہ وبرباد کیا، انہیں ترقی نہ کرنے دی اور ہر لحاظ سے انہیں پسماندہ اور پیچھے رکھنے کی کامیاب حکمت عملی اختیار کی۔

دینی قوتوں کو انہوں نے آپس میں لڑایا، ان میں فرقہ واریت کو فروغ دیا، ان میں سے بعض کو خرید لیا اور جو نہ بکے انہیں مقامی حکمرانوں کی مدد سے ناکام بنایا۔ اس طرح سے انہوں نے نوزائیدہ مسلم ممالک کو اسلام کے سیاسی نظام کی راہ پر چلنے نہ دیا اور نہ مسلم معاشرے کی اسلامائیزیشن کی کسی کوشش کو موثر اور کامیاب ہونے دیا۔

تعلیم کے شعبے میں انہوں نے اپنے گماشتہ حکمرانوں اور سول وفوجی بیوروکریسی کے ذریعے پاکستان کے مسلم معاشرے کو دین سے دور کرنے، اسے صحیح اور متوازن اسلامی نظام تعلیم کے مثبت اثرات سے محروم کرنے اور اسے ملحدانہ مغربی فکر وتہذیب کے شکنجے میں جکڑنے اور اپنے اسلام ومسلمان دشمن ایجنڈے کے لیے اسے استعمال کرنے کے لیے جو اقدامات کیے اور ان کے جو نتائج نکلے، اس کے لیے مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

۱۔ تعلیم کی اسلامی تشکیل نو سے تغافل

انہوں نے پاکستان میں تعلیم کی اسلامائیزیشن کے عمل کو موثر نہیں ہونے دیا۔ علماء، دینی جماعتوں اور عوام کے اصرار پر اگر حکمرانوں اور بیوروکریسی کو اس غرض سے کچھ اقدامات کرنے پڑے جیسے تعلیمی پالیسی بنانا پڑی یا تعلیمی کمیشن اور کمیٹیاں بنانی پڑیں تو انہوں نے معاصر تعلیم کو اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے ان کی رپورٹوں کو دفتری فائلوں کے سردخانے میں ڈال دیا اور ان پر موثر عمل درآمد نہیں ہونے دیا اور اگر کچھ کرنا پڑا تو اسے درخ اندوزی یعنی پیچ ورک (Patch work) کی شکل دے دی مثلاً سکولوں میں قرآن حکیم کی تعلیم کی ضرورت تسلیم کر لی گئی لیکن اس کے لیے نہ اساتذہ مہیا کیے گئے، نہ ان کی مستقل تربیت کا کوئی انتظام کیا گیا، نہ نصاب میں اسے لازمی مضمون کی حیثیت دی گئی اور نہ امتحان میں اس کا پاس ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کاغذوں میں قرآن حکیم کی تعلیم آج بھی لازمی ہے لیکن عملاً اس کا کہیں وجود نہیں۔

۲۔ شرحِ خواندگی

انہوں نے پاکستان میں تعلیم عام نہیں ہونے دی۔ جی ڈی پی یعنی قومی آمدنی کا محض دو فیصد تعلیم کے لیے رکھا جاتا ہے اور عملاً وہ بھی استعمال نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان میں شرح خواندگی کم ہے۔ حکومتی اعداد وشمار کے مطابق اس وقت شرح خواندگی ۶۰ فیصد لیکن عملاً ۳۰، ۳۵ فیصد سے زیادہ نہیں۔

۳۔ انگریزی کی بالادستی

انگریزی زبان کی بالادستی کو یقینی بنایا گیا تاکہ اس کے ذریعے مغربی فکر وتہذیب اور مغربی کلچر کے غلبے کی راہ ہموار کی جاسکے۔ اس کے لیے انگریزی کو سکولوں میں ذریعہ تعلیم (Medium of Instructions) بنادیا گیا یعنی سارے علوم انگریزی زبان میں پڑھائے جائیں گے اور ان کا امتحان بھی انگریزی میں ہوگا۔ نیز اس کے لیے انگریزی کو پہلی جماعت بلکہ پلے گروپ اور نرسری سے لازمی قرار دے دیا گیا۔

پاکستان میں غلبۂ انگریزی کے تعلیمی شعبے میں جو نتائج نکلے ذرا ان پر ایک نظر ڈال لیجیے:

i۔ اس کی وجہ سے غیر ملکی ناشرین (مثلاً آکسفورڈ) کو مداخلت کا موقع ملا اوران کے ذریعے غیر مسلم اورغیر پاکستانی مصنّفین کی کتابیں پاکستانی سکولوں میں مروج ہوئیں جو اسلامی اور پاکستانی تناظر میں لکھی ہی نہیں گئیں بلکہ وہ مغربی فکر وتہذیب کو فروغ دینے کے تناظر میں مرتب کی گئی ہیں۔

ii۔ اس کی وجہ سے پاکستانی طلبہ کو غیر ملکی اداروں کے امتحان دینے کی ریت ڈالی گئی (جیسے کیمبرج کے اولیول اور اے لیول کے امتحانات) جس کے بُرے اثرات ونتائج کی اپنی ایک تفصیل ہے جس میں قیمتی زرمبادلہ کا ضیاع، غیر ملکی، غیر اسلامی، غیر پاکستانی مصنّفین کی نصابی کتب کا مطالعہ، مغربی تہذیب وتمدن کی بالادستی پر یقین اوران سے مرعوبیت وغیرہ۔

iii۔ اس سے اردو کی حق تلفی ہوئی اور وہ سرکاری اور دفتری زبان نہ بن سکی۔ وہ آئین وقانون کی رو سے قومی زبان ہے لیکن عملاً اسے قومی زبان بننے نہیں دیا گیا اوراس کی جگہ آج تک انگریزی نے لے رکھی ہے۔

iv۔ اس کی وجہ سے اردو ذریعہ تعلیم کو ختم کر دیا گیا اوراردو میڈیم سکول بند ہو گئے۔ زبان درحقیقت تہذیب وتمدن کے انتقال وفروغ کا ذریعہ ہوتی ہے ۔ اردو برصغیر میں مسلمانوں کی زبان تھی اوراسلام، نظریۂ پاکستان اور پاکستانیت کا مظہر تھی لہٰذا اردو کے ذریعۂ تعلیم اور ذریعۂ امتحان نہ رہنے سے ان سب مقاصد کو زک پہنچی۔

v۔ چونکہ معاشرے میں انگریزی زبان مروج نہیں لہٰذا اس کا سیکھنا سکھانا عملاً مشکل ہے اور خود والدین بھی بچوں کو انگلش میڈیم مضامین پڑھانے میں مدد نہیں دے سکتے کیونکہ وہ عموماً انگلش میڈیم میں پڑھے ہوئے نہیں ہوتے لہٰذا اس کے لیے پہلے ٹیوشن سنٹر کھلے اور پھر انہوں نے شام کی اکیڈمیوں کی شکل اختیار کر لی اور یہ اب ہمارے نظام تعلیم کا ناگزیر جزو بن کر رہ گئی ہیں۔

vi۔ انگریزی زبان، کلچر اور مغرب زدہ تعلیمی نظام کے فروغ کے لیے پرائیویٹ سیکٹر کو آگے لایا گیا اوراسے ہر قسم کی نگرانی اور پابندی سے آزاد رکھا گیا۔ حکومت پوچھتی ہی نہیں کہ کیا پڑھایا جارہا ہے؟ کون پڑھا رہا ہے؟ کتنی فیس لی جارہی ہے؟ وغیرہ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلش میڈیم سکولوں کی بھرمار ہوگئی اور گلی گلی پرائیویٹ انگلش میڈیم سکول کھل گئے۔

اس کے ساتھ ہی پبلک سیکٹر سکولوں پر سے توجہ کم کردی گئی، بجٹ کم ہوا، تنخواہیں نہ بڑھائی گئیں، لائق اور ذہین اساتذہ نے وہاں جانا چھوڑ دیا اور سرکاری سکول بتدریج پسماندگی کی علامت بن گئے۔ وہ بند اور ویران ہونا شروع ہو گئے اور وہاں اب بچوں کو کوئی نہیں بھجواتا سوائے غریب غرباء کے جو فیس ادا نہیں کر سکتے۔

vii۔ انگریزی ذریعۂ تعلیم کا لازمی نتیجہ رٹے بازی (Rote Learning) کی صورت میں نکلا کہ طلبہ عبارت کو سمجھتے نہیں لیکن امتحان پاس کرنے کی خاطر رٹ لیتے ہیں۔ اس عمل نے طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو کچل کر انہیں رٹو طوطے بنا دیا۔ اور ظاہر ہے جس قوم کے افراد کی تخلیقی و تحقیقی صلاحیتیں کند ہو جائیں، اس کا تعلیم میں بلکہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانا لابدی ہے۔

viii۔ انگریزی کو ذریعۂ تعلیم بنانے کا لازمی نتیجہ امتحان بذریعہ انگریزی کی صورت میں نکلا۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ متوسط درجے کے طلبہ اور اردو و اسلامی کلچر کے حامل طلبہ کے لیے یہاں کامیاب ہونا مشکل ہو گیا۔ ہماری بیوروکریسی اور عدلیہ کے جج حضرات کے مغرب زدہ، سیکولر اور اسلامی و قومی تعلیمات و روایات سے تہی دست ہونے کا ایک بنیادی سبب ان کے نظام تعلیم و تربیت کا انگریزی زدہ اور مغرب زدہ ہونا ہے۔

ix۔ انگریزی ذریعۂ تعلیم اور لازمی انگریزی پاکستان میں جہالت پھیلانے اور شرح تعلیم کم کرنے کا بنیادی سبب ہیں۔ پاکستان میں پرائمری سطح پر سکول چھوڑنے کی شرح (drop out rate) تقریباً پچاس فیصد ہے جبکہ میٹرک کے بورڈ کے امتحانات میں فیل ہونے والے بچوں کی اکثریت بھی انگریزی میں فیل ہوتی ہے اور پھر آگے تعلیم جاری نہیں رکھ پاتی۔ انگریزی ذریعۂ تعلیم اور لازمی انگریزی ختم کردی جائے تو یہ صورت حال لازماً بہتر ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستانیوں کو انگریزی کا بخار چڑھانا یہاں مصروف کار مغربی ایجنٹوں کی حکمت عملی کی تازہ کامیابی ہے ورنہ راقم نے ۱۹۶۷ء میں میٹرک پاس کیا تھا اور اس وقت انگریزی چھٹی جماعت سے بطور لازمی مضمون پڑھائی جاتی تھی۔ اصول کی بات یہ ہے کہ انگریزی کو لازمی مضمون ہونا ہی نہیں چاہیے بلکہ اختیاری مضمون ہونا چاہیے تا کہ جو انگریزی پڑھنا چاہتا ہو وہ پڑھ لے لیکن مغربی قوتیں ایسا اس لیے نہیں ہونے دیتیں کہ اسی کے ذریعے تو وہ ہمیں اپنا ذہنی غلام

بناتی ہیں اور ہمارے ہاں کالے انگریز یعنی مغرب زدہ حکمران طبقہ پیدا کرتی ہیں۔

پبلک سیکٹر: غیر ملکی اور غیر مسلم تعلیمی مشیروں کے کہنے پر پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف نے پرائیوٹ سکولوں کی طرز پر گورنمنٹ سکولوں میں بھی پہلی جماعت سے انگریزی لازمی کردی۔ چونکہ محمد بن تغلق کی طرح یہ منصوبہ بغیر سوچے سمجھے بنایا گیا تھا اور انگریزی پڑھانے والے اتنے اساتذہ موجود ہی نہ تھے اور جو تھے یا رکھے گئے ان کی مناسب تربیت کا انتظام بھی نہ کیا جاسکا، چنانچہ چند سال مزید جہالت پھیلانے کے بعد یہ منصوبہ ناکام ہوگیا اور پنجاب حکومت نے اسے بتدریج واپس لینے کا اعلان کردیا ہے۔

یہ ذہنیت کہ ''اچھی انگریزی ذریعہ ترقی ہے'' مغرب نے ہمارے سارے سیاستدانوں اور حکمران طبقوں میں پیدا کردی ہے لہٰذا حکمرانوں کے ساتھ اپوزیشن بھی اسی کی قائل ہے۔ چنانچہ ''نیا پاکستان'' کا تصور دینے والے تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان کو جوں ہی سرحدی صوبے خیبر پی کے میں اقتدار ملا، اس نے اپنی اتحادی جماعت اسلامی کی مخالفت کے باوجود پہلی جماعت سے انگریزی اور انگریزی میڈیم نافذ کردیا اور اب منہ بگاڑ کر انگریزی بولنے والے پیدا کرکے وہاں 'ترقی' کے بیج بوئے جائیں گے اور اس کے پردے میں روشن خیالی، مغربیت، سیکولرزم اور اباحیت پسندی کو فروغ دیا جائے گا۔

۴۔ مخلوط تعلیم

مغرب سے درآمد کردہ تعلیمی روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اباحیت اور روشن خیالی کو فروغ دینے کے لیے مخلوط تعلیم کی حوصلہ افزائی کی جائے چنانچہ پہلے کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر مخلوط تعلیم کی طرح ڈالی گئی تاکہ مسلم نوجوانوں میں فحاشی پھیلا کر ان کے اخلاق تباہ کیے جائیں۔ پھر بعد میں خصوصاً پنجاب کے سیکولر وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف نے اپنے غیر ملکی مسلم مشیروں کی انگیخت پر سکولوں میں بھی مخلوط تعلیم نافذ کردی بلکہ اساتذہ میں بھی اسے نافذ کردیا یعنی لڑکیوں کے سکولوں میں مرد اساتذہ تعینات کیے گئے اور لڑکوں کے سکولوں میں خواتین اساتذہ۔

۵۔ پری سکول تعلیم پر زور

پاکستانی مسلمانوں میں مغربیت کے فروغ کے لیے امریکہ، یورپ، اقوام متحدہ اور ان

کی ڈونر ایجنسیوں (تعلیم کے نام پر امداد اور چندہ دینے والی تنظیموں) نے یہاں پری سکول یعنی پہلی جماعت سے ماقبل کی تعلیم کو رواج دیا اور اس وقت پلے گروپ، نرسری (بلکہ نرسری I اور II) اور پریپ (بلکہ پریپ I اور II) کے نام پر دو تین سال کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ خود مغرب میں اس کا تصور کنڈر گارٹن اور مونٹیسوری کا ہے یعنی بچوں کو کھیل ہی کھیل میں مقامی معاشرتی ماحول سے مانوس کر دیا جائے، نوشت وخواند کی ابتدائی مہارتیں سکھا دی جائیں لیکن پاکستان میں اس کے لیے بھاری بھر کم بستہ (کتابیں، ورک بک، کاپیاں) طلبہ کو تھما دیا جاتا ہے۔

اور بے عقلی پر مبنی اس ساری مشق کے دوران یہ نہیں سوچا گیا کہ مغرب میں تو پری سکول مجبوری ہے کہ وہاں ماؤں کی اکثریت ملازمت کرتی ہے لہٰذا بچہ پیدائش کے فوراً بعد 'ڈے کیئر سنٹرز' میں بھیج دیا جاتا ہے اور ماں دفتر سے واپسی پر اسے گھر لے آتی ہے۔ پھر بچہ جوں ہی ڈھائی تین سال کا ہوتا ہے، اسے مصروف رکھنے کے لیے پری سکول کے پلے گروپ میں داخل کرا دیا جاتا ہے...... لیکن کسی نے نہیں سوچا کہ پاکستان کے مسلم معاشرے میں ماؤں کی اکثریت نوکری نہیں کرتی لہٰذا اس کی یہاں ضرورت ہی نہیں۔ پھر اسلامی روایت میں عورت کا سب سے بڑا اور بنیادی کام ہی بچوں کی تربیت کرنا ہے اور اسی وجہ سے قرآن حکیم نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ ٹِک کر گھروں میں بیٹھیں لیکن مغرب کی پیروی کے جنون نے پری سکول کو اب نظام تعلیم کا باقاعدہ اور لازمی جزء بنا دیا ہے۔ ماؤں کو یہ متبادل دیا گیا ہے کہ وہ رات گئے تک ٹی وی ڈرامے اور انڈین فلمیں دیکھیں یا شاپنگ کریں اور صبح دیر تک سوتی رہیں اور بچے کو نوکر، ڈرائیور، یا ڈیڈی سکول چھوڑ آئیں۔ بریک فاسٹ بنا بنایا محلے کی بیکری یا جنرل سٹور سے مل جاتا ہے اور والدہ صاحبہ گھر میں سو رہی ہوتی ہیں یا جاگ جائیں تو بچوں کو سکول بھیجنے کے بعد استراحت فرماتی ہیں۔ بچہ اگر گھر میں ہوگا تو ظاہر ہے اس کے لیے ناشتہ بنانا پڑے گا، اسے نہلانا پڑے گا، پھر اسے مصروف رکھنا پڑے گا، اس سے کھیلنا پڑے گا لہٰذا ماں کو یہ سکھایا گیا کہ تمھیں یہ سارے ''جھنجھٹ'' پالنے کی ضرورت کیا ہے۔ بچے کو پری سکول بھیجو اور خود آرام اور فراغت سے رہو۔ اور بچے کو سکول میں پڑھایا کیا جاتا ہے 'ٹوئنکل ٹوئنکل لٹل سٹار' یا 'بابا بلیک شیپ'۔ یہ پاکستان کو اسلامی معاشرہ بنایا جا رہا ہے یا مغربی معاشرہ؟ یہاں مغربی معاشرے کا فرد پروان چڑھایا جا رہا ہے یا اس سے محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی پیدا ہوں گے؟

۶۔ لڑکیوں کی تعلیم

پاکستان میں تعلیم اگرچہ ویسے ہی کم ہے لیکن خصوصاً دیہی علاقوں میں بچیوں کی شرح تعلیم کم ہے اور بلوچستان اور خیبر پی کے میں تو بچیوں کی شرح تعلیم بہت ہی کم ہے۔ ہماری ایک دفعہ شمالی قبائلی علاقے کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی تو ہم نے اس سے پوچھا کہ اسلام تو تعلیم کی حمایت کرتا ہے پھر طالبان سکول کیوں جلاتے ہیں؟ اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ لوگ تعلیم کو برا نہیں سمجھتے بلکہ اس مخصوص تعلیم، ماحول اور مائنڈ سیٹ کو غلط سمجھتے ہیں جو یہ سکول جدید مغرب زدہ تعلیم وہاں مہیا کرتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی بچیاں ان سکولوں کالجوں میں پڑھ کر بے حیا اور ماڈرن بن جائیں گی اور اسلامی ومقامی معاشرت اور رسم ورواج کی باغی ہو جائیں گی، اس لیے وہ اپنی بچیوں کو سکول نہیں بھجواتے۔ دوسرے یہ کہ پاکستانی فوج نے اکثر وبیشتر وہاں سکولوں کو اپنا کیمپ اور مرکز بنایا ہوتا ہے لہٰذا وہ سکول پر نہیں فوجی کیمپ پر حملہ کرتے ہیں، اُس فوج پر جو امریکہ کی حمایت میں اور اس کے کہنے پر ان سے لڑنے اور ان کو مارنے وہاں آئی ہوئی ہے۔ لیکن طالبان کو بدنام کرنے کے لیے پروپیگنڈا یہ کیا جاتا ہے کہ طالبان انتہا پسند ہیں اور تعلیم کے خلاف ہیں۔

یہ باتیں سن کر ہمیں سمجھ آئی کہ پاکستان کے دیہی علاقوں میں بالعموم اور خیبر پی کے وبلوچستان میں بالخصوص بچیوں کی تعلیم کی شرح تعلیم کم کیوں ہے۔ اگر پاکستان کے حکمران طبقات میں عقل اور حمیت ہو تو وہ لڑکیوں کے نظام تعلیم کو وہاں اسلامی اصول واقدار کے مطابق بنائیں تو لوگ اپنی بچیوں کو سکول بھیجنے میں عار محسوس نہیں کریں گے۔

۷۔ تعلیم میں طبقہ واریت

جس طرح جاگیرداروں نے دور غلامی میں بچوں کی تعلیم کے لیے ایچی سن سکول وکالج قائم کیا تھا، اسی طرح مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام میں پل کر امیر ہونے والوں نے پاکستان میں اپنے بچوں کے لیے مہنگے انگلش میڈیم سکول انہیں آکسفورڈ کی کتابیں پڑھانے اور اولیول، اے لیول کے امتحان دلانے کے لیے قائم کر لیے۔ ان کی دیکھا دیکھی بلکہ نقالی میں متوسط طبقہ بھی میدان میں آ گیا اور گلی گلی انگلش میڈیم سکول کھل گئے جن کا نہ کوئی معیار ہے اور

نہ سٹینڈرڈ لیکن انگلش میڈیم کا نام 'دل پشوری' کے لیے موجود ہے اور غریب غربا کے لیے گورنمنٹ سکول بھی موجود ہیں۔اس طبقاتی سکول سسٹم نے یکساں تعلیم کے تصور کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے جو قومی یکجہتی اور معاشرتی ہم آہنگی کے لیے ناگزیر تھا اور ہے۔

۸۔ تعلیم کا ہدف

کائنات کے بارے میں نو دریافت شدہ معلومات اور سائنس و ٹیکنالوجی کی پیدا کردہ نئی اشیاء اور مشینوں اور اوزاروں کے استعمال کی مہارتیں ہی اب حاصل و ہدف تعلیم ہیں؟ سوال یہ ہے کہ کیا علم یہی ہے؟ اور علم کی غایت یہی ہے؟ اور کیا خداشناسی، خودشناسی، اور تعمیر اخلاق وکردار جیسے اہدافِ تعلیم اب غرق دریا ہو چکے؟ ظاہر ہے "یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ" جیسے اصول اگر ہماری نظر سے اوجھل ہو جائیں گے اور تعلیم کا فلسفہ مغرب سے درآمد کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ یہی نکلے گا۔اور لطف کی بات یہ ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی میں ہم پھر بھی پیچھے ہیں اور جدیدیت و مغربیت کے نام پر ہم نے جدید تعلیم میں قرآن و سنت کی تعلیم و تربیت سے بھی فارغ خطی حاصل کر لی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم۔

۹۔ کمرشلزم

مغرب اور اس کے سرمایہ دارانہ نظام کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ اس نے تعلیم کو تجارت اور کاروبار بنا دیا ہے۔ ہماری دینی اور تہذیبی روایت میں یہ کارِ نبوت تھا، نیکی اور ثواب کا کام تھا اور اسے انجام دینے والے وارثان انبیاء تھے۔حکومت، امراء، اور عوام ان وارثان انبیاء اور طالبان علم کی خدمت کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔تعلیم کو کاروبار بنانے سے تعلیم کی ساری قدریں اور اصول بدل گئے۔سکول کالج چلانے والے منتظم اور تاجر بن گئے اور طلبہ خریدارانِ علم اور گاہک ٹھہرے۔زیادہ سے زیادہ نفع کمانا مقصد تعلیم بن گیا اور بیچی جانے والی اشیاء (معلومات اور مہارتیں) وہی قابل اعتناء ٹھہریں جو مارکیٹ کی ضرورت پوری کرنے والی ہوں۔اس ماحول میں کہاں گئی خداشناسی، خودشناسی اور تعمیر و اخلاق کردار۔

۱۰۔ تعلیم صوبائی معاملہ

تعلیم خصوصاً نصاب سازی مرکزی حکومت کا شعبہ تھا اور یہ پاکستانیوں کو بطور ایک قوم

[اگرچہ مغرب کی نیشن سٹیٹ تھیوری اسلام کے تصورا خوت وامت کے برعکس ہے] متحد رکھنے اور تعلیم ونصاب کو اسلامی تعلیمات کے مطابق رکھنے کا ایک آسان نسخہ بلکہ لازمی تقاضا تھا لیکن مغربی قوتیں جو پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کی زبردست خواہشمند اور داعی ہیں، انہوں نے صوبائی حقوق کے نام پر پاکستان کی مرکز گریز اور اسلام گریز قوتوں کو شہ دی (اور یہ بات اب اوپن سیکرٹ ہے کہ بھارت اور امریکہ [مع یورپ واسرائیل] سندھ، بلوچستان اور خیبر پی کے کی مرکز گریز قوتوں کی مالی وسیاسی پشت پناہی کرتے ہیں) جنہوں نے صوبائی حقوق کے نام پر آئین پاکستان کا حلیہ بگاڑا اور منجملہ دوسری باتوں کے تعلیم اور نصاب سازی کو مرکز کے ہاتھوں سے نکال کر اسے صوبائی معاملہ بنادیا اور پنجاب اور سندھ نے تو اپنے صوبائی ہائر ایجوکیشن کمشن (HEC) بنا بھی لیے ہیں اور خیبر پی کے کے نصاب میں باچا خان اور سندھ کے نصاب میں جی ایم سید پر مضامین شامل نصاب ہو چکے ہیں۔ پنجاب اور خیبر پی کے میں پہلی جماعت (بلکہ پری سکول) سے انگریزی کو لازمی مضمون بنایا جاچکا ہے۔

یہ تو محض ابتداء ہے۔ نصاب کا آگے چل کر کیا حشر ہوگا اور اسے کس طرح اسلام اور نظریہ پاکستان کے خلاف بلکہ پاکستان کو توڑنے کے لیے استعمال کیا جائے گا یہ ہم نے نہ دیکھا تو (خدانخواستہ) ہماری اگلی نسل دیکھے گی۔ اگرچہ مشرقی پاکستان میں ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ سب ہوتے دیکھا ہے لیکن ہم ایک ایسی نااہل اور بے حس قوم ہیں کہ ہم اپنی غلطیوں سے سبق سیکھنے کو تیار نہیں اور ہماری قیادت آج بھی ۶۰ ہزار پاکستانیوں کی جان کی قربانی دینے، پاکستانی معیشت کو کھربوں کا نقصان پہنچانے اور مشرقی پاکستان گنوانے کے باوجود امریکہ ویورپ کو دوست قرار دیتی ہے اور بھارت سے دوستانہ مراسم قائم کرنے کے لیے تگ ودو کرتی رہتی ہے اور اپنے نظام تعلیم میں ان کی مرضی کی احمقانہ تبدیلیاں کرتی رہتی ہے۔ بایں عقل ودانش ببائد گریست (یعنی اس عقل ودانش پر سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے)۔

۱۱۔ غیر ملکی امداد

امریکہ ویورپ اور ان کی ڈونر ایجنسیاں (تعلیم کے نام پر امداد دینے والی تنظیمیں) خصوصاً یو ایس ایڈ شرح تعلیم میں اضافے، تعلیمی معیار کی بہتری، تربیت اساتذہ، تعلیم نسواں، بچوں کی صحت، وومن امپاورمنٹ (حقوق نسواں یا معاشرے میں عورتوں کو بااختیار بنانا اور ان

کی حیثیت مستحکم کرنا) اور دینی مدارس میں مین سٹریمنگ (مدارس کو قومی تعلیمی دھارے میں لانا) جیسے خوبصورت نعروں کے پردے میں علی الاعلان پاکستان کی مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کو مالی امداد مہیا کرتی ہیں اور تعلیم کے لیے منصوبے بنانے اور نافذ کرنے میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ سندھ و بلوچستان کے مرد وخواتین اساتذہ امریکہ تربیت کے لیے لے جائے جارہے ہیں۔ پنجاب کے سیکولر اور نااہل وزیر اعلیٰ کے تعلیمی مشیر برطانوی اور کینڈین نیشنل ہیں اور انہیں پنجاب کے نظام تعلیم کو مغرب زدہ اور سیکولر بنانے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے۔ ایک امریکی تنظیم پاکستانی اساتذہ و محققین کو اعلیٰ تعلیم و تحقیق کے نام پر مستقل امریکی یونیورسٹیوں میں لے جا کر انہیں روشن خیال اور ماڈرن بنانے کی سعی کرتی ہے۔

۱۲۔ ہم نصابی سرگرمیاں

غیر نصابی یا ہم نصابی سرگرمیاں درس گاہ کے ماحول اور طلبہ کی تربیت کا رخ متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ بلاشبہ یہ سرگرمیاں شخصیت کی ترقی اور انسانی صلاحیتوں کی نمو میں معاون ہوتی ہیں۔ تاہم ظاہر ہے کہ اگر یہ سرگرمیاں مغربی فکر و تہذیب کے تناظر میں منظم کی جائیں گی تو ایسی شخصیت کو پروان چڑھائیں گی جو مغرب زدہ ہو اور مغربی اصول و اقدار اور مغربی طرز زندگی کی گرویدہ ہو اور اس کے برعکس اگر یہ سرگرمیاں اسلامی تناظر میں مدون و منظم کی جائیں گی تو اسلامی اصول و اقدار کے فروغ اور شخصیت کو اسلامی رخ دینے میں معاون ثابت ہوں گی۔ ہم دونوں کی چند مثالیں عرض کرتے ہیں۔

اگر طلبہ کی یونیفارم انگریزی ہو (یعنی پینٹ شرٹ نکٹائی وغیرہ) طالبات کو ننگے سر یا وی کی پٹی یا دوپٹہ کندھے پر ڈالنے کو کہا جائے۔ فیشن شوز، مینا بازار، کنسرٹس (موسیقی، گانے اور بعض اوقات طالبات کے ڈانس یا ان کاموں کے لیے پیشہ ور لوگ یعنی 'فن کار' بلائے جائیں)، گانے بجانے کی کلاس، تیراکی کے لباس میں طالبات سے سوئمنگ کرانا، مخلوط پکنکس، مخلوط تعلیم، مخلوط کیفے ٹیریا، مخلوط لائبریری، مخلوط تقریری مقابلے، مخلوط گیمز۔ مختصر یونیفارم میں طالبات سے ہاکی اور ایسی ہی دوسری گیمز کرانا جو کھلے عام ہوں جنہیں مرد بھی دیکھیں یا انہیں ٹی وی پر دکھایا جائے، خواتین اساتذہ کا خوب بن سنور کر، میک اپ کر کے خوشبو لگا کر کلاس میں آنا، لڑکیوں لڑکوں کو مل کر Assignments کرنے کے لیے کہنا، طلباء کے لیے نوجوان

خواتین اساتذہ اور طالبات کے لیے نوجوان مرد اساتذہ......اس طرح کی سرگرمیوں سے جو ماحول پیدا ہوگا ظاہر ہے وہ غیر اسلامی ہوگا اور طلبہ وطالبات میں مغربی اصول واقدار کو فروغ دے گا۔

اس کے برعکس اگر لباس پاکستانی ومشرقی ہو، طالبات کو چادر سے جسم اور سر ڈھکنے کو کہا جائے، درسگاہ میں کوئی تعلیمی اور تفریحی سرگرمی مخلوط نہ ہو، استقبال رمضان، عیدین، شب معراج، یوم اقبال، یوم پاکستان وغیرہ کی تقریبات منظم کی جائیں، تقریری اور تحریری مقابلوں کے موضوعات اسلامی اور سوبر ہوں۔ طلبہ وطالبات درس گاہ میں آتے ہوئے وقت کی پابندی کریں، درس گاہ کو صاف ستھرا رکھیں، قطاروں میں خاموشی سے حرکت ہو تو طلبہ وطالبات کی صلاحیتیں ان شاء اللہ اسلامی تناظر میں پروان چڑھیں گی۔

۱۳۔ دینی مدارس پر اثرات

استعمار نے برصغیر میں مسلمانوں کا نظام تعلیم منہدم کر دیا۔ اوقاف ختم کر دیے، ذریعہ تعلیم فارسی ختم کر دیا اور وہ مدارس بند ہو گئے جو معاشرے اور ریاست کے لیے افراد کار مہیا کرتے تھے۔ انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنا کر انگریز نے نظام تعلیم کی تشکیل نو کر دی۔ اس کے ردعمل میں انگریزوں سے مل کر سرسید احمد خان نے جدید تعلیم کے مغرب زدہ تعلیمی ادارے قائم کر دیے جس کا نمائندہ علی گڑھ کالج تھا جو بعد میں یونیورسٹی بن گیا اور علماء کرام نے ایسے 'دینی مدارس' قائم کرنا شروع کر دیے جو مساجد کو آباد رکھتے اور معاشرتی رسوم ورواج کی اسلامی تناظر میں بقا کا سبب بنتے۔ اس کا رول ماڈل دیوبند بنا۔ ان مدارس نے دنیوی تعلیم دینا بند کر دی کیونکہ وہ استعمار مخالف تھے اور ریاست کے لیے افراد تیار کرنا ان کے پیش نظر تھا ہی نہیں۔

بدقسمتی سے قیام پاکستان کے بعد کسی حکومت نے نظام تعلیم کی اصلاح اور علی گڑھ ودیوبند کے تعلیمی دھاروں کی یکجائی کا نہ سوچا اور نہ علماء کرام نے اس پر غور کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تعلیم کی ثنویت اور دوئی آج تک قائم ہے۔ اس چیز نے سیکولرزم کو مستحکم کیا۔ ہمارے دینی مدارس کا ایک بڑا نقص یہ بھی ہے کہ دینی تعلیم کے نام پر جو تعلیم وہ دیتے ہیں وہ دین کے عصری تقاضوں اور ضروریات کو پورا نہیں کرتی اور نہ مدارس مغربی فکر وتہذیب کا تنقیدی مطالعہ کراتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ ایسا آدمی تیار ہی نہیں کرتے جو عصر حاضر کے مسلم معاشرے کی تشکیل نو کر سکے اور اس کے مسائل ومشکلات میں مسلم عوام کی رہنمائی کر سکے۔

۱۴۔ میڈیا یعنی غیر رسمی تعلیم پر اثرات

مغرب میں پوسٹ ماڈرنزم اور سائنس وٹیکنالوجی کی پیش رفت ذرائع ابلاغ میں تیز ترین اور حیرت انگیز تبدیلیوں کا ذریعہ بنی۔ گراموفون سے ٹیپ ریکارڈر، ٹرانزسٹر سے وی سی آر اور پھر ٹی وی، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے دنیا کو سچ مچ ایک گاؤں بنا دیا ہے۔ چونکہ اس میڈیا کی تشکیل مغربی فکر وتہذیب کے ہاتھوں ہوئی ہے لہٰذا اس نے مغرب کی فکر وتہذیب کو گلوبلائز کرنے اور اسے دنیا پر غالب کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور کمیونزم وسوشلزم کی شکست کے بعد اسلام ہی وہ واحد فکر ہے جو اس کی مزاحمت کرتی ہے لہٰذا اہل مغرب نے 'دوستی' کے پردے میں مسلم معاشرے کو زہر دینے کے لیے وہاں جدید میڈیا کو فروغ دیا ہے۔ اس فسادزدہ میڈیا کے اثرات تعلیم کی طرح سلو پائزن (Slow poison)[یعنی آہستہ آہستہ اثر کرنے والا زہر] کی بجائے سریع الاثر زہر ثابت ہوئے ہیں اور انہوں نے مسلم معاشرے کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ تعلیم جو بگاڑ شخصیت میں برسوں میں لاتی تھی جدید میڈیا وہ بگاڑ ہفتوں میں لے آتا ہے۔ ہمارے مغرب زدہ حکمران خواب خرگوش میں مست ہیں اور حد یہ ہے کہ دینی عناصر بھی خاموش اور بے حس ہیں۔ علماء، دینی مدارس، مساجد، اصلاحی تحریکیں، دینی سیاسی جماعتیں...... کسی کو اس سیلاب کے روکنے کی فکر نہیں، ان میں اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں اور نہ کہیں اس کا مقابلہ کرنے کی کوئی منصوبہ بندی نظر آتی ہے۔ اس میڈیا نے مسلم نوجوانوں کا اخلاق تباہ کر دیا ہے بلکہ پورے معاشرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔

بڑے نظریاتی نقصانات

پاکستانی نظام تعلیم کے مختلف شعبوں اور اجزاء پر مغربی فکر وتہذیب کے جو مضر اثرات مرتب ہوئے ہیں ان کی طرف ہم نے سطور بالا میں اختصار سے اشارہ کر دیا ہے۔ اب اس موضوع کو سمیٹتے ہوئے بحیثیت مجموعی ہمارے نظام تعلیم پر مغربی فکر وتہذیب کے جو بڑے بڑے مضر نظریاتی اثرات پڑے ہیں ہم ان کا مختصر ذکر کریں گے:

۱۔ تعلیم کے اسلامی وپیغمبرانہ کردار کا خاتمہ

مسلم روایت میں تعلیم وتربیت (تعلیم وتزکیہ یا دعوت واصلاح) مقدس پیغمبرانہ مشن

ہے۔قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پیغمبروں کو اور خصوصاً آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کی اصلاح کے لیے تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفوس کا طریق کار بتایا تھا تاکہ لوگ ہدایت پاسکیں اور اپنے خالق و مالک کی مرضی کی زندگی گزار سکیں اور آخرت میں کامیاب ہوکر اللہ کی خوشنودی اور نعمتوں کے حق دار ٹھہر سکیں۔یہی وجہ ہے کہ تعلیم وتزکیہ اور دعوت واصلاح مسلم روایت میں ایک مقدس فریضہ سمجھی جاتی رہی ہیں اور اساتذہ (علماءکرام) اسے فریضہ، وراثت نبوت اور دینی خدمت سمجھ کر سرانجام دیتے تھے اور معاشرہ وریاست بھی اسے اسی سپرٹ میں لیتے تھے اور اس کارخیر میں ان سے تعاون کرتے تھے۔اسے کبھی محض دنیاوی منفعت اور ملازمت وکاروبار کا ذریعہ نہیں سمجھا گیا جیسا کہ مغربی فکروتہذیب کے زیراثر اسے آج سمجھا جاتا ہے۔تعلیم کتاب وحکمت، کا پیکج دینی ودنیاوی دونوں طرح کی تعلیم کا جامع تھا اور تزکیہ،تعمیر شخصیت وکردار کا عنوان تھا۔یہ محض دنیوی منفعت کی خاطر صلاحیتوں کی نمونہ تھی اور نہ تعلیم دینی ودنیاوی کے خانوں میں منقسم تھی کہ دنیا کی تعلیم ساری کی ساری کسی دوسری تہذیب/ دین سے لے لی جائے اور دین کے نام پر ایسی تعلیم ہو جس کا دنیاوی تعلیم سے کوئی ربط، واسطہ اور ہم آہنگی نہ ہو۔تعلیم کی یہ ثنویت بھی مغربی فکروتہذیب کی وجہ سے ہے۔

۲۔ نظریاتی کشمکش کا نتیجہ بے کرداری

شخصیت اسی وقت پنپتی ہے، کردار اسی وقت تشکیل پاتا ہے اور صلاحیتیں اسی وقت متوازن ،احسن اور مستحکم انداز میں نمو پاتی ہیں جب فکر میں یکسوئی ہو اور وہ کسی خاص ڈھب میں، مخصوص اہداف کے لیے شخصیت کو تیار کرے۔اگر علم کی اساس صرف اسلامی نظریات ہوں اور تعلیم وتربیت ان کے مطابق اور ان کے تقاضوں پر مبنی ہو تو لامحالہ ایسی تعلیم مستحکم اور صاحب کردار مسلم شخصیت کو جنم دے گی۔لیکن اگر علم کی اساس صرف اسلامی نظریات نہ ہوں بلکہ مغربی فکروتہذیب کے نظریات بھی ان کے ساتھ شریک ہوں تو یہ اَن مِل بے جوڑ ملغوبہ (کیونکہ مغربی فکروتہذیب کا ورلڈ ویو، اسلامی ورلڈ ویو (عقائد) کے بالکل متضاد ہے لہٰذا وہ دونوں ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہوسکتے) فکری یکسوئی کو ختم کردے گا۔ایک اسے مشرق کی طرف کھینچے گا تو دوسرا مغرب کی طرف اور متضاد نظریات کی اس باہمی کشمکش کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ فکری انارکی اور عدم یکسوئی کی وجہ سے مستحکم شخصیت پروان نہیں چڑھے گی بلکہ متضاد نظریات کی وجہ سے یہ

بے عملی اور بے کرداری کو جنم دے گی۔ شخصیت کوئی ڈھب اور کوئی سمت اختیار نہیں کر سکے گی اور صلاحیتوں کی نمو بھی اس سے متاثر ہو گی۔ اس صورت حال میں تخلیقی صلاحیت پروان چڑھ ہی نہیں سکتی چنانچہ ذہین، باصلاحیت اور صاحب کردار لوگ پیدا ہونے بند اور کم ہو گئے ہیں۔

۳۔ مغربیت کا فروغ اور غلبہ

مسلم نظام تعلیم پر مغربی فکر و تہذیب کی بالا دستی کا پہلا اور ناگزیر نتیجہ مسلم معاشرے پر مغربی فکر و تہذیب کا علمی و فکری غلبہ اور مسلم فکر و تہذیب کی پسپائی اور ہزیمت ہے۔ اور یاد رکھیے علمی اور فکری شکست ہی حقیقی اور دیرپا شکست ہوتی ہے۔ لیکن یہاں اتنا ہی نہیں بلکہ مغربی فکر و تہذیب دنیا کی اس وقت غالب فکر و تہذیب ہے اور اس کے علمبردار ممالک (امریکہ و یورپ) سیاسی، معاشی، حربی، سائنس و ٹیکنالوجی...... غرض ہر لحاظ سے دنیا پر تفوق رکھتے ہیں، وہ دنیا پر غالب اور بالا دست ہیں اور اپنی فکر و تہذیب کو ساری دنیا پر غالب و بالا دست دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ مسلم دنیا کو مغلوب کرنے میں انہیں خصوصی دلچسپی ہے کیونکہ اسلام نظریاتی سطح پر ان کی فکر و تہذیب کا سب سے بڑا حریف ہے لہٰذا وہ نہیں چاہتے کہ کسی مسلم ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ اور ریاست قائم ہو۔ اس کے لیے وہ پرامن کوششوں، سازشوں اور جنگ و جدل سب کے لیے تیار ہیں اور ان پر عمل پیرا ہیں۔ اور اس کے لیے نہ صرف اپنے سارے وسائل استعمال کر رہے ہیں بلکہ اکثر مسلم حکمرانوں کو اپنا ایجنٹ اور گماشتہ بنا کر مسلم دنیا کے وسائل بھی خود ان کی تخریب کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

تعلیم کے شعبے میں کوالٹی کے نام پر تربیت اساتذہ، دہشت گردی کے نام پر نصاب میں تبدیلی، جہالت کو دور کرنے کے نام پر تعلیم کے لیے یو ایس ایڈ و دیگر مغربی ڈونر ایجنسیوں کے فنڈز، میڈیا کے ذریعے فحاشی، عریانی، ناچ رنگ اور اسلامی اصول و اقدار اور پاکستان کے بنیادی نظریات کو کھوکھلا کرنا، جمہوریت کے نام پر سیاسی عدم استحکام پیدا کرنا اور اپنی مرضی کی حکومتیں بنانا، معاشی فارغ البالی کے نام پر مسلمان ممالک کو ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے قرضوں میں جکڑنا اور مہنگائی میں اضافہ کرنا تاکہ مسلمان عوام نان جویں کو ترسیں، فیملی پلاننگ اور برتھ کنٹرول کے ذریعے مسلم آبادی کو بڑھنے سے روکنا، ٹی وی اور دیگر ادبی و ثقافتی

پروگراموں کے ذریعے مسلمانوں کے خاندانی نظام اور معاشرت کو تباہ کرنا......غرض ہر حیلے بہانے سے مغربیت اور مغربی فکر وتہذیب اور اس کے اصول واقدار اور طرز حیات (سیکولرزم، میٹریلزم، لبرلزم......وغیرہ) کو مسلم معاشروں میں پھیلانا اور نافذ کرنا اہل مغرب کے منصوبے کا حصہ ہے جس کا بنیادی ذریعہ تعلیم وتربیت اور میڈیا ہے تاکہ مسلمان مغربی فکر وتہذب سے مرعوب ہوجائیں، اسی کی پیروی میں اپنے دکھوں کا مداوا ڈھونڈیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ کسی مسلم ملک میں اور اس کے نظام تعلیم میں مطالعۂ مغرب اور مطالعۂ مغربی فکر وتہذیب اس کے نصاب کا حصہ نہیں ہے مبادا کسی کو اس کے تنقیدی مطالعے کا موقع مل جائے۔ بس لوگوں کو مغربی تہذیب کی چکاچوند، اس سے مرعوبیت اور اس کی اندھی پیروی کا درس دیا جارہا ہے۔

۴۔ دین سے دوری اور زوال سے نہ نکل سکنا

مسلمانوں کے نظام تعلیم وتربیت پر اثر انداز ہونے، انہیں مغربی فکر وتہذیب پر فریفتہ کرنے اور انہیں اسلامی علوم معارف سے دور رکھنے کا اصل مقصد اور حقیقی ہدف اہل مغرب کے نزدیک یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین سے دور ہوجائیں اور زوال کے گڑھے سے نہ نکل سکیں کیونکہ وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی قوت کا منبع ان کا دین ہے۔ اگر وہ دین سے جڑ گئے، اگر انہوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل شروع کردیا، اگر وہ متحد ہوگئے، اگر مسلم عوام اور حکمران یکجا ہوگئے، اگر کوئی ایسا معاشرہ یا ریاست قائم ہوگئی جو احکام شریعت پر عمل کرنے میں اخلاص وجرات سے ڈٹ جائے تو اس تصور ہی سے اہلِ مغرب کی جان جاتی ہے۔ وہ اس کی بہر قیمت مخالفت کرتے ہیں......اور اس تصور ہی سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے نظام تعلیم وتربیت پر اثر انداز ہوتے ہیں، اسے مغرب زدہ بناتے ہیں تاکہ اسلامی مائنڈ سیٹ رکھنے والے لوگ پیدا ہی نہ ہوں جو ان کی الحادی تہذیب کو چیلنج کریں، جو اپنے پیروں پر کھڑے ہوجائیں اور جو زوال سے نکل کر ترقی واستحکام کے راستے پر چل پڑیں۔ یالیت قومي یعلمون

اے کاش! میری قوم ان باتوں کو سمجھے۔ اپنے نظام تعلیم وتربیت کو صحیح اسلامی خطوط پر استوار کرے، مغرب کی غلامی سے نکلے اور اس کی الحادی فکر وتہذیب سے اپنی جان چھڑالے۔ اے کاش!

تعلیم و تربیت

سید خالد جامعی

عہدِ حاضر کا انسان
تعلیم و ترقی چاہتا ہے، ہدایت نہیں

انیسویں صدی کے بعد سے دنیا میں اکثر لوگ اپنے بچے کو امیر کبیر، اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز، مال و دولت، شان و شوکت سے سرفراز شخص دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کا راستہ صرف ایک اعلیٰ ترین، بہترین سکول سے گزرتا ہے۔ تعلیم کے بغیر سارے خواب ادھورے رہتے ہیں۔ کسی کو اپنے بچے کے دین، اعمال، افعال، آخرت، اخلاق، کردار سے کوئی خاص دلچسپی نہیں۔ تمام تر دلچسپی صرف اس کے Career اور Future سے ہے۔ کیا کرے گا؟ کتنا کمائے گا؟ انگریزی زبان کے بہت بڑے ادیب اور مفکر چارلس ڈکنز (Charles Dickens) کے والد ۱۸۱۷ء میں جو کچھ سوچتے تھے آج کا ہر باپ اپنی اولاد کے لیے اسی طرح سوچتا ہے اس کی منزل عالی شان گھر اور دولت کی فراوانی ہے۔

ڈِکنز ایک دن اپنے والد کے ساتھ سیر کے لیے نکلا۔ راستے میں ڈکنز نے پہلی مرتبہ ایک عظیم الشان محل Gads' Hill Palace کی عمارت دیکھی تو ششدر رہ گیا۔ اس کے باپ نے اس کی حیرانی کا جواب دیا؛ اگر تم بہت محنت سے کام کرو تو ایک دن تم یہ محل حاصل کر سکتے ہو۔

Charles was entranced if you work hard enough, said John Dickens, one day you might live there.

حیرت ہے کہ ڈِکنز جیسے ذہین بچے نے اپنے باپ سے یہ نہ پوچھا کہ اس دنیا میں کروڑوں لوگوں کے پاس ایسا محل نہیں ہے تو کیا یہ سب لوگ کام چور، نکمے، نااہل ہیں۔ یہ لوگ محنت مشقت نہیں کرتے۔ دنیا کی اکثریت بے کار اور محنت سے بے زار ہے اور میرے والد محترم خود آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے کیا آپ نے زندگی میں کبھی کوئی محنت نہیں کی ظاہر ہے جواب ہر شخص جان سکتا ہے۔

ڈکنز کے مختصر حالات زندگی جاننے کے لیے ایک کتاب پڑھ لیجیے۔

Illustrated Stories of Dickens, US borne Publishing Ltd. England, 2009 Page 328 to 347.

ہندوستان پاکستان میں ماں باپ شعر پڑھتے ہیں ۔

پڑھو گے، لکھو گے، بنو گے نواب
کھیلو گے، کودو گے، ہو گے خراب

کیا تم جاہل رہو گے؟ تمہیں ترقی نہیں کرنا؟ ایسے ہی پیدل گھومو گے؟ عمدہ گھر، اچھی کار، اچھی بیوی نہیں چاہیے؟ ہم نے پیٹ کاٹ کر تمہیں پڑھایا۔ تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ ساری دولت تمہاری تعلیم پر لگا دی، تم کچھ کر کے نہیں دے رہے۔ ہر گھر میں ایک ہی راگ، ایک ہی نغمہ گونج رہا ہے۔

ترقی، عمدہ گھر، معیارِ زندگی میں اضافہ، تعلیم کا مقصد اخلاق، کردار، اعمال صالحہ، آخرت کی بہتری نہیں، صرف اور صرف دنیا کی بہتری اور اپنی Class کو تبدیل کرنا رہ گیا ہے۔

ہر فرد، خاندان اپنی موجودہ کلاس سے نفرت کرتا ہے اور اَپر کلاس (Upper Class) میں جانا چاہتا ہے۔ ماڈرن ازم اور ماڈرن مَین کا اصل مسئلہ تعلیم یافتہ و ترقی یافتہ انسان تیار کرنا ہے ہدایت یافتہ انسان نہیں۔ مذہبی، غیر مذہبی، سیکولر، لبرل، ملحد۔ سب کی زندگی کا مقصد اپنی مادی زندگی کو بہتر بنانا، معیارِ زندگی میں مسلسل و مستقل اضافہ ہے۔ کسی کو ہدایت یافتہ اولاد کی ضرورت نہیں، سب کو مال دار اولاد کی ضرورت ہے جو ان کی تمام خواہشات کو پورا کر سکے جو میڈیا اور ایڈورٹائزنگ انڈسٹری ان کے دلوں میں جھونک رہی ہے۔ ہمارے پاس جب بھی کوئی شخص اپنی اولاد کے لیے مشورہ کرنے آیا تو صرف اس کے مستقبل یا نوکری، تعلیم کے بارے میں مشورہ کرنے آیا کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ میں اپنے بچوں کو دین دار کیسے بناؤں؟ ان کو دنیا دار بننے سے کیسے روکوں کیونکہ دنیا دار بننا اب دینی تقاضا اور مطالبہ بن گیا ہے۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ قبر کے اندر اور میدان حشر کے اندر فرشتے اور اللہ تعالیٰ کیا ایسا کوئی سوال کریں گے کہ کیا دنیا میں تم جھونپڑی میں رہتے تھے یا بنگلے میں؟ کیا تم نے ترقی کی یا نہیں؟ مرنے کے بعد جب یہ سوالات سرے سے پوچھے ہی نہیں جائیں گے تو آج ہمیں سب سے زیادہ فکر ان ہی کی کیوں ہے؟ کیا ہم اندر سے تبدیل تو نہیں ہو رہے اور اس سے بھی بڑھ کر کہ آخر کیوں ہمیں اس سنگین تبدیلی کا احساس بھی نہیں ہو رہا؟

تعلیم و تربیت پروفیسر ملک محمد حسینؒ

دینی مدارس ۔ انسانی وسائل کا عظیم سرچشمہ
ان وسائل کو کیسے مفید تر بنایا جائے؟

'اُردو پوائنٹ' کی ویب سائٹ کے مطابق وفاق المدارس کے امتحان ۲۰۲۳ء میں ۸۶،۹۵۸ حفاظ کرام پاس ہوئے جبکہ درس نظامی کے مختلف درجات کے امتحان میں ۴،۱۰،۰۰۰ (چار لاکھ دس ہزار) طلبہ کامیاب ہوئے۔[1] حفاظ کرام اور شہادۃ العالمیہ کی ڈگری حاصل کرنے والوں کی یہ تعداد صرف ایک وفاق یعنی وفاق المدارس العربیہ کی ہے جب کہ اس کے علاوہ چار اور وفاق بھی ہیں جن کے ساتھ ملحق مدارس سے طلبا حفظ قرآن اور شہادۃ العالمیہ کی اسناد حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح اگر اندازہ لگایا جائے تو پاکستان میں حفظ قرآن اور شہادۃ العالمیہ کی اسناد حاصل کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ بنتی ہے۔ انفرادی دینی مدارس اور مساجد بھی ہزاروں میں ہیں جہاں حفظ قرآن اور قرآن ناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور اگر ان سے حفظ قرآن کی تکمیل کرنے والوں کو بھی شامل کرلیا جائے تو حفاظ کرام کی تعداد ہمارے اندازوں سے کہیں زیادہ ہے۔ قرآن کی تعلیم اور دینی علوم کی تعلیم کے اس فروغ کو سامنے رکھا جائے تو اللہ ربّ العزت کا شکر ادا کرنے کے علاوہ اور مسرت و انبساط کے دینی جذبات پیدا کرنے کے علاوہ اور کوئی پہلو سامنے نہیں آتا۔

لیکن اس ساری صورتِ حال کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جس پر غور ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ جن نوجوانوں کو ہم دینی تعلیم کی اس اعلیٰ سطح پر پہنچا رہے ہیں انہیں زندگی کی مادی دوڑ میں آگے بڑھنے کا کون سا راستہ مہیا کر رہے ہیں؟ ان نوجوانوں کے پاس دینی علوم میں مہارت کے سوا کوئی اور پیداواری مہارت نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے خاندانوں کو سپورٹ کر سکیں۔ ان کے پاس یا تو مسجد کا امام اور خطیب بننے کی صلاحیت ہے یا دینی مدرسہ میں کام کرنے کی۔ اب یہ شعبہ پہلے ہی سیچوریشن (Saturation یعنی ضرورت سے زیادہ افراد کا حامل ہونا) کا

---

[1] پروفیسر ملک محمد حسین مرحوم نے یہ مضمون ۲۰۱۹ء میں لکھا اور اس وقت کے اعداد و شمار دیے تھے، ہم نے ان کی بجائے تازہ اعداد و شمار دیے ہیں۔

شکار ہے اور اس میں تگ ودو کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ آپ کوئی جگہ تلاش کریں جہاں قرب وجوار میں کوئی مسجد یا مدرسہ نہ ہو اور کچھ لوگوں میں مذہبی تعصب پیدا کر کے انہیں اپنے ساتھ ملائیں اور مسجد یا مدرسہ کی بنیاد رکھ دیں۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کسی چلتے مدرسہ یا مسجد پر قبضہ کرنے کی راہ نکالیں۔ یہ راہیں اختلافی مسائل چھیڑنے سے پیدا ہوتی ہیں اس طرح معاشرہ جو پہلے ہی مذہبی اختلافات کا گڑھ بنا ہوا ہے مزید اختلافی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ آپ ذرا اندازہ فرمائیں کہ ہم ہر سال لاکھوں مذہبی بے روزگار پیدا کر رہے ہیں اور یہ مذہبی بے روزگار اپنی حقیقی مجبوری کی وجہ سے معاشرے کو مذہبی بنیادوں پر عدم استحکام کا شکار کر رہے ہیں۔ ہم جب کہتے ہیں کہ ہر مسجد اور اس کا امام ایک علیحدہ فرقہ بن چکا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ان بے چارے مذہبی بے روزگاروں کا وجود ہی اختلاف کا مرہونِ منت ہے۔ اپنے مقتدیوں اور مذہبی مریدوں کے ایک قابل ذکر جتھے کے بغیر ہمارے ان سند یافتہ مذہبی نوجوانوں کا مادی زندگی گزارنا ممکن ہی نہیں ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سماجی اور مذہبی مسئلہ کا حل کیا ہے؟ دینی مدارس ایک مفید اور مثبت خدمت انجام دے رہے ہیں۔ بے سہارا، غریب اور سکولوں کالجوں کی تعلیم کے اخراجات برداشت نہ کر سکنے والے والدین کے بچوں کو یہ دینی مدارس روٹی کپڑا، جائے رہائش اور تعلیم مہیا کرتے ہیں اور اس طرح لاکھوں بے نوا اور غریب بچوں کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ ریاست کے فرائض گویا یہ دینی مدارس ادا کر رہے ہیں اور ان دینی مدارس کی پشت پر وہ مخیر خواتین وحضرات ہیں جو محض اللہ کی رضا کی خاطر ان مدارس اور دینی جامعات کو سپورٹ کرتے ہیں۔ معاشرے میں خیر کا یہ عمل جاری رہنا چاہیے لیکن ان نوجوانوں کو جو اِن اداروں سے فاضل بن کر فارغ ہوتے ہیں انہیں پیداواری اور روزگار مہیا کرنے والی مہارتیں مہیا کی جانی چاہئیں۔ اس مقصد کے لیے درج ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ ہر سال شہادۃ العالمیہ کی سند حاصل کرنے والے تمام فاضلین کو خصوصی طور پر تیار کردہ ٹیسٹ دیا جائے جس کا مقصد ان فاضلین کی عمومی قابلیت کو جانچنا ہو۔ اس ٹیسٹ کے نتیجے میں ۱۰ فیصد ٹاپ سکوررز کو ایم۔ ایس، ایم فل اور پی ایچ ڈی میں داخلے کا خصوصی انتظام کیا جائے۔ ریگولر مذکورہ کورسز سے پہلے ۶ ماہ کا انگریزی زبان کا ایک اعلیٰ اور مؤثر کورس کرایا

جائے اور اس کے بعد دو سال میں ایم ایس، ایم فل کے کورس کی تکمیل کرائی جائے۔ ایم ایس، ایم فل کسی بھی سوشل سائنس میں مفید ہوسکتا ہے جن میں معاشیات، سیاسیات، فلسفہ، تعلیمیات، قانون، عمرانیات، نفسیات، کمپیوٹر سائنس وغیرہ شامل ہیں۔ عربی اور اسلامیات بھی شامل رہیں گے۔ انگلش اور دیگر اعلیٰ تعلیم کے پروگراموں کے دوران تمام تعلیمی مصارف بشمول گزارہ الاؤنس حکومت مہیا کرے۔ چونکہ دینی مدارس میں زیر تعلیم اکثر نوجوان بہت ذہین ہوتے ہیں اس لیے اس حکمت عملی کو اپنانے سے معاشرے کو عربی اور اسلامیات کی مضبوط تعلیم کی بیک گراؤنڈ رکھنے والے سوشل سائنسز کے میدان میں ایسے گوہر ہائے نایاب ملیں گے کہ معاشرے کی سماجی زندگی اور تعلیمی تحقیقی میدان کا رمثبت طریقے سے متاثر ہوگا۔

۲۔ مذکورہ بالا ٹیسٹ کے نتیجے میں ٹاپ ۱۰ فیصد سکوروز کو چھوڑ کر اگلے ۱۰ فیصد ٹاپ سکوررز کو حکومت اپنے خرچ پر ایک سال کا انگریزی زبان کا کورس اور ڈیڑھ سالہ بی ایڈ کا کورس کرائے اور ان فاضلین کو سکولوں، کالجوں اور دینی مدارس میں پڑھانے کے لیے تیار سمجھا جائے۔ اس طرح جدید تعلیمی اداروں اور دینی مدارس کو پیشہ وارانہ مہارت کے ساتھ معلمین دستیاب ہوں گے۔ نیز اس سے دینی مدارس کے فاضلین کی بیروزگاری پر قابو پانے میں مدد ملے گی اور معاشرے میں فرقہ واریت پر مبنی کھینچا تانی بھی کم ہوگی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اور حکومتی ادارے دینی مدارس کے خلاف سطحی سوچ اور تعصب سے باہر نکلیں اور خلوص کے ساتھ معاشرے کو مثبت اِن پُٹ (Input) دیں۔

۳۔ مذکورہ بالا ۲۰ فیصد فاضلین کو تعلیم اور تحقیق میں کھپانے کے بعد جو ۸۰ فیصد باقی فاضلین بچیں گے انہیں پیداواری اور روزگار مہیا کرنے والی مہارتیں دینے کا اہتمام کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے نیوٹیک اور صوبائی ٹیوٹا کو متحرک کیا جائے کہ وہ تمام دینی مدارس کے ساتھ منسلک ٹیکنیکل اور ووکیشنل تعلیم کا اہتمام کریں۔ یہ ٹیکنیکل اور ووکیشنل تعلیم پیرا میڈیکل، زراعت، فوڈ ٹیکنالوجی وغیرہ وغیرہ کی فیلڈ میں ہوسکتی ہیں نیز دینی مدارس کے فاضلوں کو طِب یونانی، ہومیوپیتھک، فزیوتھراپی اور بعض دیگر شعبوں میں ڈپلوما، سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے مواقع دیے جائیں۔ اس طرح یہ فاضلین جہاں اپنی روزی خود کمانے کے قابل ہوں گے وہاں معاشرے کو دینی خدمات بھی مہیا کرسکیں گے لیکن معاشرے کے دست نگر نہیں ہوں گے۔ (بقیہ صفحہ نمبر: ۳۳)

تزکیۂ نفس

حافظ محمد موسیٰ بھٹو

اعمالِ صالحہ میں کمی کے اسباب

نفس کو اعمال کا عادی بنائے بغیر اسلام کے تقاضوں پر پورا نہیں اُترا جا سکتا

ایمان کے بعد اسلام میں اعمال کو اہمیت حاصل ہے، اعمال کا مطلب ہے کہ زندگی اس طرح گزاری جائے کہ زندگی کا کوئی پہلو اور گوشہ اسلامی تعلیمات سے خالی نہ ہو، دین اسلام (جو اللہ نے ہمارے لیے تجویز فرمایا ہے) وہ زندگی کے سارے معاملات میں ہماری رہنمائی فرماتا ہے، معاملات، معاشرت، تعلقات، کاروبار، سیاست، عبادت وغیرہ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں، جو دین اسلام کا حصہ ہیں، ان چیزوں پر عمل پیرا ہونے کو اعمال کہتے ہیں، جب تک اعمال کی پوری طرح استعداد حاصل نہ ہوگی اور اعمال مکمل طور پر اسلام سے ہم آہنگ نہ ہوں گے، تب تک اسلام کی عمارت قائم نہ ہو سکے گی، ایمان بنیاد ہے تو اعمال کی حیثیت عمارت کی سی ہے کہ عمارت کے بغیر گھر تیار نہیں ہو سکتا۔

اعمال میں جتنی کمزوری اور سستی ہوگی، اسی حساب سے دین اسلام کی ہماری حالت کمزور ہوگی، اسی حساب سے جہاں ہماری دنیاوی زندگی خرابیوں اور بگاڑ سے دوچار ہوگی، وہاں آخرت میں بھی ہم اللہ کے عتاب کا شکار ہوں گے، اللہ کی نافرمانی اور اللہ کا عتاب ایسی چیز ہے جس کے تصور سے ہی بندۂ مومن لرزنے لگتا ہے۔

موجودہ دور میں ہم اگر اپنا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ پوری ملت بحیثیت مجموعی اعمال کے معاملے میں بہت پیچھے ہے، معاملات میں بگاڑ سے دوچار ہے، اخلاق اور کردار میں قابل رحم حالت میں ہے، کاروباری معاملات تو از حد خراب ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں کافر قوموں کی یلغار کا شکار ہیں، اور اللہ نے ان سے اپنی مدد اور نصرت سلب کر لی ہے۔

جب تک ہمارے اعمال میں درستگی اور بہتری پیدا نہ ہوگی اور وہ اسلام سے ہم آہنگ نہ ہوں گے، تب تک ہم دوسری قوموں کے ہاتھوں عبرت کا نشانہ بنتے رہیں گے۔

یہ وہ سزا ہے جو ایمان کی دعویدار ملت کو اعمال سے محرومی کی وجہ سے ملی ہے۔

اعمال کے بارے میں کچھ آیتوں کے ترجمے پیش کیے جاتے ہیں۔

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔'' [البقرہ ۲:۸۳]

''اور نیکی یہی نہیں ہے کہ تم مشرق یا مغرب کو قبلہ سمجھ کر ان کی طرف منہ کرلو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں، اور مال کو عزیز رکھنے کے باوجود اسے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں صرف کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کریں تو اس کو پورا کریں اور سختی وتکلیف میں اور معرکہ کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں یہی لوگ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ) سے ڈرنے والے ہیں)۔'' [البقرہ ۲:۱۷۷]

اس آیت میں اہم بنیادی اعمال آ گئے، جن کو بجالانا ہر صاحبِ ایمان کے لیے ضروری ہے۔ آیت کے آخر میں ایمان کے سچے ہونے کی یہی علامت بتائی گئی کہ ان اعمال کو پختگی سے بجالانے والے ہی صاحبِ ایمان ہیں اور متقین کی بھی نشاندہی فرمائی گئی کہ وہ ان اعمال پر صدقِ دل سے گامزن ہوتے ہیں۔

''اور اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے، اور جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' [آل عمران: ۱۳۳]

''(جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے) جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکو کاروں سے محبت کرتا ہے۔'' [آل عمران ۲: ۱۳۴]

''(ان لوگوں کو مزید نشاندہی فرمائی جارہی ہے) اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔'' [آل عمران: ۱۳۵]

ایسے ہی لوگوں کا صلہ پروردگار کی طرف سے بخشش اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے)۔ [سورۃ آل عمران: ۱۳۳ تا ۱۳۶]

اعمال کے سلسلے میں یہ آیات بھی کافی جامع ہیں، اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف لپکنا یعنی سست رفتاری کی بجائے دوڑ کر آنا، خوشحالی اور تنگی کے وقت اللہ کی راہ میں ہر ممکن حد تک خرچ کرنے کے حوصلہ اور عزم کا ہونا اور عملاً ایسا کرنا، غصے کے وقت بے قابو نہ ہونا، اس وقت عفو درگزر سے کام لینا، لوگوں کے قصوروں سے صرف نظر کرنا، اگر غلطی سے گناہ ہو جائے تو اس وقت اللہ کو یاد کرنا اور اس سے دل کی گہرائیوں سے بخشش طلب کرنا، گناہوں پر اصرار اور ضد کرنے کی نفسیات کا نہ ہونا، غرض کہ یہ سارے نیک اعمال ہیں، جن کے کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، بندۂ مومن ان اعمال پر گامزن ہوتا ہے، بلکہ اس کی زندگی ہی اعمال سے عبارت ہوتی ہے۔

۔ ﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرہ۲:۱۴۱]

’’وہ ایک امت تھی، جو گزر چکی اسے (وہ) ملے گا جو اس نے کمایا اور تمہیں (وہ) ملے گا جو تم نے کمایا اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔‘‘

۔﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ ﴾[البقرہ۲:۲۸۲]

’’اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر اس کی طاقت کے مطابق اس کو اجر ملے گا جو (نیک عمل) اس نے کیا، اور اس پر وبال ہوگا جو بُرا عمل اس نے کمایا۔‘‘

۔ ﴿كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ ﴾[المدثر ۷۴:۳۸،۳۹]

’’ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے، مگر داہنے طرف والے نیک لوگ۔‘‘

۔ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ ﴾[الزلزال۹۹:۷،۸]

’’تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔‘‘

یہ نکتہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اعمال صالحہ دل کے حالات کی عکاسی کرتے ہیں، جس طرح کا دل ہوگا، اسی طرح کے اعمال ہوں گے، اگر دل اللہ کی محبت سے سرشار ہوگا تو اس

طرح کے دل سے اللہ کی رضامندی والے اعمال صادر ہوں گے، لیکن اگر دل نفس کی خواہشات کے زیر اثر ہوگا اور دنیا کی محبت سے بھرا ہوگا تو اس سے ویسے ہی اعمال صادر ہوں گے، اس لیے دل کو بنانے اور اس پر محنت کی سخت ضرورت ہے، دل یقین سے بنتا ہے اور یقین کی حالت ذکر پر محنت سے پختہ ہوتی ہے۔

اس بات کی مزید توضیح کی جائے تو یہ کہا جائے گا کہ اعمال، نفس پر سب سے زیادہ بھاری ہیں، ایمان کی رسمی حالت یا دینداری کی رسمی صورت تو پھر بھی آسان ہے لیکن پوری زندگی کا اعمال سے مزین ہونا ہمالیہ پہاڑ پر چڑھنے کے مترادف ہیں۔ نفس اعمال کی طرف کسی صورت آنے کے لیے تیار نہیں، بالخصوص معاملات ومعاشرت کی بہتری کے لیے کسی صورت میں راغب ہونے کے لیے تیار نہیں ہے، اس کے لیے محبت کے اجزا کی ضرورت ہوتی ہے، اگر اللہ کی محبت پیدا ہو جائے تو یہ محبت رفتہ رفتہ نفس کی قوتوں پر غالب ہوگی اور خواہشات کی محبت پر غالب ہوگی اور خواہشات کی محبت پر اللہ کی محبت حاوی ہونا شروع ہوگی، جس سے اعمال میں آسانی پیدا ہوتی جائے گی۔

بقیہ: دینی مدارس-انسانی وسائل کا عظیم سر چشمہ

۴۔ ایک آخری تجویز یہ ہے کہ دینی مدارس میں داخلے کے لیے آٹھ جماعتیں پاس ہونے کے برعکس میٹرک پاس ہونا لازمی قرار دیا جائے۔ دینی مدارس خود بھی نارمل دینی کورس میں داخلے سے پہلے میٹرک تک پڑھانے کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ اس وقت ۵ سال سے ۱۶ سال تک لازمی تعلیم کا جو قانون ہے اس پر عمل کرنے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تمام بچے میٹرک تک یکساں نصاب کے تحت تعلیم حاصل کریں اور اس کے بعد شعبہ جاتی تقسیم ہو۔ تاہم میٹرک تک ناظرہ قرآن، ترجمۂ قرآن اور منتخب احادیث کے ساتھ اسلام کی بنیادی تعلیمات سب بچوں کے لیے لازمی ہو۔

ہم نے سطور بالا میں دینی مدارس کی تعلیم کو مفید تر بنانے، دینی مدارس کے فاضلین کو معاشرے میں ضم کرنے اور ایک خاص سطح تک یکساں نظام تعلیم نافذ کرنے کی تجاویز دی ہیں۔ اہل علم سے درخواست ہے کہ ہماری ان معروضات پر غور کریں اور انہیں بہتر بنانے کے لیے ہماری رہنمائی کریں۔

تفہیم دین

مفتی تنظیم عالم قاسمی[1]

رمضان کے بعد زندگی کیسے گزاریں؟

رمضان کے بعد آدمی فرائض ونوافل کا ایسا خوگر بن جائے کہ ان کے بغیر رات میں نیند آئے نہ دن میں چین وسکون کا احساس ہو۔

رمضان المبارک اپنی تمام تر رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ جلوہ فگن ہوا اور بڑی تیزی سے ہمارے درمیان سے رخصت بھی ہو گیا۔ یہ مہینہ ایک مسلمان کو ایمانی اور عملی طور پر عروج اور بلندی عطا کرتا ہے۔ ان میں وہ یقین اور ایمان پیدا کرتا ہے جو مسلمانوں کا عظیم سرمایہ ہے اور جو اسلام میں مطلوب اور مقصود ہے۔ عملی طور پر بھی ان میں وہ اسپرٹ پیدا کی جاتی ہے کہ اگر رمضان کے بعد بھی اسی رفتار سے سفر جاری رکھا جائے تو آخرت کی منزل آسان ہو جائے گی اور ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں وہ راحت نصیب ہو گی جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ ہمارا المیہ ہے کہ رمضان المبارک میں جو عمل کیا جاتا ہے اس کی رفتار بعد میں سست پڑ جاتی ہے۔

مسجدیں ویران ہو جاتی ہیں، چٹائیاں لپیٹ کر رکھ دی جاتی ہیں، قمقمے اتار دیئے جاتے ہیں اور اب پرانے نمازیوں کی وہی ایک دو صف باقی رہ جاتی ہے حالانکہ رمضان اس لئے دیا گیا تھا کہ اس میں مسلمانوں کی ایمانی وعملی لو تیز ہو سکے اور مسلمان رمضان کے بعد چلتا پھرتا قرآن نظر آئیں، ان کی زندگی قرآنی تعلیمات کے سانچے میں اس طرح ڈھل جائے کہ ان کو دیکھ کر لوگ شریعتِ اسلامی کو سمجھ سکیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزوں کو فرض کرنے کی حکمت تقویٰ کے ساتھ متصف ہونا بیان کیا ہے یعنی انسان کا دل، سوچ، سمجھ، انداز اور اخلاق وکردار سب کچھ اس طرح بدل جائیں کہ رمضان کے بعد ایک نئی اور صالح زندگی کا حامل بن جائے اور زندگی میں ایک طرح کا انقلاب برپا ہو جائے کہ اگر وہ رمضان سے قبل سودی معاملات کا کاروبار کرتا تھا تو اب وہ توبہ کر لے اور اس کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ خدانخواستہ اگر وہ شراب نوشی میں ملوث تھا تو اب اس سے نفرت پیدا ہو

[1] حیدرآباد دکن، بھارت

جائے۔دھوکہ دہی، کِذب بیانی،ظلم وزیادتی،حسد،غیبت اور دوسرے منکرات سے توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے آپ کو پاک وصاف کرلے اور دوبارہ ایسی معصیت کا ارتکاب ہرگز نہ کرے۔فرائض ونوافل کا ایسا خوگر بن جائے کہ ان کے بغیر رات میں نیند آئے اور نہ دن میں چین وسکون کا احساس ہو۔

اگر یہ کیفیات دل میں پیدا ہوگئیں اور زندگی میں ایسا تغیر رونما ہوگیا تو سمجھنا چاہیے کہ رمضان کا مقصد حاصل ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو پالیا ورنہ بظاہر رمضان کا مہینہ ہم نے پایا اور کچھ اس سے حاصل کیے بغیر وہ ہم سے رخصت ہوگیا جو اہل ایمان کے لیے سب سے بڑی مایوسی کا ذریعہ اور محرومی کا سبب ہے۔رمضان المبارک میں ایک روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس پختہ ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ سخت دھوپ اور گرمی میں جبکہ پیاس سے زبان خشک ہوجاتی ہے اس وقت بھی تنہائی میں پانی پینے کی غلطی نہیں کرتا۔عمل کے اعتبار سے جیسا بھی ہومگر روزہ کی حالت میں صبح سے شام تک بھوک اور پیاس کو بڑی بشاشت کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔

اگر میں نے تنہائی میں بھی کچھ کھا پی لیا تو اگرچہ انسان کی نظر سے بچا جاسکتا ہے مگر میں اپنے رب کی نظر سے نہیں بچ سکتا۔یہی وہ احساس ہے جو اسے کھانے پینے سے روکتا ہے اور بھوک وپیاس برداشت کرنا اس کے لیے آسان ہوجاتا ہے۔رمضان المبارک کا یہ پیغام ہے کہ جس طرح اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس تھا اور چلتے پھرتے اُس کا ڈر دل میں بسا ہوا تھا اسی طرح رمضان کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس اور اس کی گرفت کا ڈر دل میں موجود ہو کہ روزہ درحقیقت اسی کیفیت کو پختہ کرنے کا ایک نصاب ہے۔اگر یہ کیفیت دل میں پیدا ہوجائے تو حرام وحلال کی تمیز دل میں پیدا ہوگی،کسی پر ظلم کرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا۔شراب نوشی ،زناکاری،دھوکہ دہی،کذب بیانی وغیرہ سے زندگی پاک و صاف ہوگی۔سودی لین دین سے وہ آدمی توبہ کرلے گا اور کسی ایسے کام کی طرف اس کا ذہن نہیں جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ہر وقت اس کے دل ودماغ میں اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس ہوگا جس سے وہ تمام منکرات سے محفوظ رہے گا جیسا کہ صحابۂ کرامؓ میں یہ احساس جاگزیں تھا،اس کے سبب ان کا مقام اتنا بلند ہوا کہ پوری امت ان کی بلندیوں پر

رشک کرتی ہے۔رسول اکرم کی تمام محنتوں کا خلاصہ بھی یہی تھا کہ ہر انسان کو یہ احساس ہو جائے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، وہ عرش کا مالک ہے اس کا کوئی ثانی اور نظیر نہیں، اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا، اس کی بندگی میں ہی دنیا و آخرت کی بھلائی پوشیدہ ہے۔رمضان المبارک کا بھی یہی مقصد قرآن نے سورہ البقرہ، آیت 183 میں بیان کیا ہے روزہ دار نے اگر اس مقصد کو پالیا تو گویا شریعت کے اصل مقصد کو اس نے پالیا اور اب وہ گمراہی سے محفوظ ہو گیا۔ ایک شخص روزے کی حالت میں اُن تمام چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے جن کو شریعت نے وقتی طور پر ممنوع قرار دیا ہے۔

یہ دراصل اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ جس طرح رمضان میں ان چیزوں سے رکے رہے اور شریعت کی پابندی کی، ویسے ہی رمضان کے بعد ان تمام چیزوں سے رکے رہنا ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے جن کو شریعت نے مستقل طور پر حرام قرار دیا ہے۔اہل ایمان کو چاہیے کہ ممنوعات سے مکمل گریز کریں اور شریعت کا پاس ولحاظ رکھیں۔وہ چیزیں جن پر صرف صبح سے شام تک پابندی تھی جب ان پر اس قدر سختی سے عمل کیا گیا اور پورا مہینہ اس پر مشق ہوتا رہا تو جن پر ہمیشہ ہمیش کے لئے بندش عائد کی گئی ہے ان پر کس قدر ہمیں سختی سے عمل کرنا چاہیے۔

ایک مسلمان کو حرام اور ممنوع عمل کرتے ہوئے فوراً اس بات کی طرف ذہن کو لے جانا چاہئے کہ رمضان میں جس طرح ممنوعات سے رکے رہے اسی طرح غیر رمضان میں بھی مجھے تمام ناجائز کاموں سے رکنا چاہیے ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ رمضان میں ہی رکنا میرے لیے ضروری تھا اور بعد میں نہیں۔جب بھی مقصد اپنے رب کو راضی کرنا تھا اور اب بھی وہی مقصد ہے، پھر حرام اور ممنوع چیزیں غیر رمضان میں کیسے جائز ہوسکتی ہیں؟ اسی طرح رمضان المبارک کا ایک خاص تحفہ اور سوغات قرآن مجید کی تلاوت اور اس میں غور و تدبر کرنا ہے۔ قرآن مجید اسی مہینے میں لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل کیا گیا اسی لیے اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے بڑا اشرف وعزت عطا کیا اور اس کو تمام مہینوں پر فضیلت دی گئی۔اس طرح قرآن کریم کو اس مہینے سے خاص مناسبت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ رمضان کی ایک خاص عبادت تراویح کو قرار دیا گیا جس میں پورا قرآن سنایا پڑھا جاتا ہے۔صحابۂ کرامؓ کا یہی معمول تھا اور قرن اوّل سے آج تک یہ معمول منتقل ہوتے ہوئے آرہا ہے۔مسلمان بڑے ذوق وشوق سے

قرآن پورا مہینہ سنتے ہیں اور اس کے لیے بڑا اجتن کرتے ہیں۔

اس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ رمضان کے بعد بھی قرآن کریم کی تلاوت کو اپنا معمول بنالیں اور اس سے تعلق باقی رکھیں۔قرآن کریم کی تلاوت صرف رمضان کے لیے خاص نہیں بلکہ رمضان میں کثرت سے تلاوت دراصل اپنی طبیعت کو عادی بنانے کے لیے ہے تاکہ غیر رمضان میں بھی یہ عادت باقی رہے اور ہر صبح وشام قرآنی آیات کا ورد زبان پر جاری رہے یا کم سے کم فجر کی نماز کے بعد ایک خاص مقدار میں تلاوت قرآن کو اپنا معمول بنالیا جائے پھر اس کے بعد اپنے کام کا آغاز کیا جائے۔انشاء اللہ اس سے کام میں برکت پیدا ہوگی اور پورا دن مصائب ومشکلات سے محفوظ رہیں گے۔

اسی طرح قرآن کریم کے معانی ومفہوم پر غور وتدبر کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ یہی دراصل قرآن کے نزول کا مقصد ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اصولِ حیات اور تمام قوانین کا منبع اور سرچشمہ ہے اور جب تک اس کے ترجمہ اور معانی ومفہوم پر ہم غور نہ کریں اس وقت تک اس کے اصولِ حیات ہونے اور اس کی شانِ رفعت کا علم نہیں ہوسکتا اس لئے موجودہ تراجم وتفاسیر کی مدد سے اس بات کی کوشش کی جانی چاہیے کہ اپنے رب کے مقصود کو ہم پائیں اور اس پر عمل کرنے کے لئے اپنے نفس کو آمادہ کریں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان رمضان کے بعد پورے سال قرآن پر ہاتھ بھی نہیں لگاتے بلکہ بہت سے لوگ قرآن پڑھنا بھی نہیں جانتے اور نہ اس کی کوشش کرتے ہیں، یہ قرآن سے بےاعتنائی اور مجرمانہ غفلت کی بات ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ ہمدردی وغمخواری کا بھی ہے۔عام طور پر مسلمان اس میں محتاجوں، مسکینوں اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ان کو اپنے افطار وسحر میں شامل رکھتے ہیں، ان کی دعوت کرتے ہیں اور حتی الامکان ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ ہمدردی کا یہ جذبہ رمضان کے بعد بھی باقی رہنا چاہیے۔ایک مسلمان پاس پڑوس کے محتاجوں اور بیکسوں کی خبر گیری رکھے اور اس کی کوشش رہے کہ کوئی شخص پڑوس میں بھوکا نہ سونے پائے۔اگر کوئی محتاج ہے تو اپنی بساط کے مطابق اس کی مدد کرے، اپنے کھانے میں سے کچھ حصہ اس کے پاس بھیج دے تاکہ وہ بھی اپنی یا اولاد کی بھوک مٹا سکے یہ بہت بڑا صدقہ اور خیر و بھلائی کا کام ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص بیمار ہے اور اس کے پاس دوا و علاج کے پیسے نہیں تو پڑوس اور دور کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کا دوا و علاج کا انتظام کریں یا کم از کم علاج و معالجہ میں ہاتھ بٹائیں اور بقدر وسعت اس میں حصہ لیں۔آج کتنے لوگ ہیں جو افطار پارٹی میں بڑی شان و شوکت سے حصہ لیتے ہیں لیکن ان کے گھر کے پڑوس میں کوئی غریب بیمار ہے، اپاہج ہے جس کے پاس علاج جاری رکھنے کی طاقت نہیں وہ ایک ایک پیسے کا محتاج ہے مگر اس شخص کو اس کی خبر بھی نہیں۔اگر اس کے پاس کبھی اس کی اطلاع بھی آئی تو اس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور نہ اس کے زخم پر مرہم رکھنے کی کوشش کی۔کیا یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان میں چند لوگوں کو افطار کرادینے سے ہمدردی کا حق ادا ہوجائے گا اور دعوت افطار سے ان کے سارے گناہ دھل جائیں گے؟ اصل تو ان محتاجوں کے احتیاج کو دور کرنا ہے جو دوسروں تک نہیں پہنچ سکتے اور آپ کو ان کا علم ہے، ان بیکسوں کی بیکسی کو دور کرنا ہے جن کی نظریں آپ کی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔آپ کی ذمہ داری ہے کہ خاموشی کے ساتھ ان افراد کی مدد کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی وغمخواری کا اظہار کریں۔بہت سے لوگ ناگہانی مصائب کے شکار ہوجاتے ہیں ان کو دیکھ کر دل میں غمخواری کے جذبات کا پیدا ہونا رمضان کا اہم پیغام ہے۔غرض رمضان گزر جانے کے بعد بھی خلق خدا پر شفقت، غرباء پر ترس اور پریشان حال لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی کوشش رہے اور یہ مزاج کبھی ختم نہ ہو۔

یہ چند وہ اہم چیزیں ہیں جن کا رمضان کے بعد بھی اہتمام کرنا چاہیے درحقیقت یہی رمضان المبارک کی قدردانی اور اس کا پیغام ہے۔

بقیہ: سیکولرائزیشن۔نیا انداز اور جدید طریقے

۲۵۔بذریعہ عوامی فحاشی

سیکولرائزیشن کے منصوبہ بند طریقوں میں سے ایک فحش امور کو رواج دینا ہے۔چنانچہ آج کل فحش چیزوں کو خواہ وہ پوسٹر کی شکل میں ہوں یا عام تصویروں کی شکل میں، جو عام اخباروں میں چھپتی ہیں، جنہیں گھر کا ہر فرد دیکھتا ہے یا عوامی جگہوں میں فحش گانوں اور کلمات کو بجانے کو رواج دیا جارہا ہے۔ان تمام کا مقصد لوگوں کی انفرادیت اور اجتماعیت کو سیکولرائز کرنا ہوتا ہے۔

اسلام اور مغرب

اسرار عالم[1]

سیکولرائزیشن۔ نیا انداز اور جدید طریقے

سیکولرائزیشن (Secularization) کے جدید طریقوں سے مراد بیسویں صدی میں اور بطور خاص نیو ورلڈ آرڈر سے قبل عالم اسلام میں رو بہ عمل لائے گئے وہ طریقے ہیں جن کے ذریعہ مذکورہ مناہج کے تحت مسلمانوں کا ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں سیکولرائزیشن کی گئی۔ ان طریقوں کو ترتیب سے یکجا کرنے سے اس بات کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ جن امور یا تبدیلیوں کو عام طور پر فیشن یا بس ایک "نئی بات" سمجھا جاتا رہا ہے وہ کس طرح عالمی سطح پر ایک منتظم سازش کا حصہ تھے۔ اس صورتِ حال کے جان لینے کے بعد اس کا بھی احساس ابھرتا ہے کہ اگر اُمّت نے انہیں الگ الگ اور بے حقیقت تبدیلیوں کی بجائے ایک منظم سازش قرار دیا ہوتا اور ان سے نبرد آزمائی کے لیے منصوبے تیار کیے ہوتے اور ان پر منظم طور پر عمل درآمد کیا ہوتا تو آج صورتحال مختلف ہوتی۔ یہ بات ایک حقیقت ہے کہ ایسا نہ ہو پانے میں بنیادی رکاوٹ اُمّت میں عملی سطح پر تصورِ اُمّت کا کمزور ہوجانا تھا۔ سیکولرائزیشن کے ان جدید طریقوں کا احاطہ اس طرح کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ بذریعہ تعلیم

سیکولرائزیشن کا یہ عمل اس طرح کیا گیا کہ جو تعلیم یافتہ ہو وہ دراصل سیکولرائز ہوجائے۔ اس طریقے کا استعمال عموماً ان علاقوں، خطوں اور ملکوں میں کیا گیا جہاں تعلیم اور خواندگی نہایت کم تھی۔ ایسے علاقوں کو تعلیم کا اچانک exposure دیا گیا جس کے سبب تعلیم یافتہ ہونے کا مفہوم فی الواقع سیکولر، ملحد یا اباحی ہوجانا قرار پایا مثلاً افغانستان میں اس طرح کے واقعات عام طور پر دیکھے گئے۔ اسی طرح دنیا کے ان خطوں یا گھرانوں میں جہاں خواندگی بالکل نہیں پائی جاتی تھی تعلیم یافتہ ہونے کا مفہوم لازماً سیکولر ہوجانا تھا۔

۲۔ بذریعہ تعلیمی نظام

سیکولرائزیشن کا یہ عمل تعلیمی نظام کو مخصوص نہج اور محتویات کے ساتھ مرتب کرکے پورا کیا

---

[1] معروف بھارتی مسلم سکالر

گیا، ان میں اہم تین امور ہیں:

- نصاب تعلیم - محل تعلیم

- اضافی نصاب یعنی ایکسٹرا کریکولر سرگرمیاں

نصابِ تعلیم کو اس طرح مرتب کیا گیا کہ از خود تعلیم توحید، رسالت اور آخرت سے عاری بنا دے۔ سیکولرائزیشن کا یہ عمل شاید سب سے بڑے پیمانے پر اور پوری قوت سے کیا گیا۔ اس کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج کی سیکولر تعلیم کے اندر پڑھے جانے والے مواد کے ۸۰ فیصد حصے پر ایک مخلص مسلمان یقین نہیں کرتا اور اگر وہ یقین کر لے تو مسلمان نہیں رہ سکتا۔ تعلیم کی یہ ثنویت بڑے دور رس نتائج برپا کر رہی ہے۔ کوئی قوم ثنویت کا شکار ہو کر اوریجنل تخلیقی عمل نہیں کر سکتی۔ نصاب میں سیکولرائزیشن کا عمل تقریباً تمام علوم اور فنون پر محیط ہے، حساب سے لے کر اقلیدس تک، فلسفہ سے لے کر جغرافیہ تک، عمرانیات سے لے کر تاریخ تک، طبیعیات سے لے کر طب تک۔

محل تعلیم سے مراد تعلیم گاہ میں نشست و برخاست کا مخصوص نظم ہے، مرد و زن کو تعلیم یافتہ بنانا ایک عام معمول ہوسکتا ہے لیکن ان کی مخلوط تعلیم گاہیں بنانا اور نیچے سے اعلیٰ ترین تعلیم گاہ تک مخلوط تعلیم پر اصرار کرنا خالصتاً سیکولرائزیشن کا عمل تھا، جس پر سختی سے عمل کیا گیا۔ بعض جگہوں میں اس مسئلے نے مسلمانوں کو ایک دوراہے پر ڈال دیا، یا تو وہ سیکولرائز ہونا پسند کر لیں اور دنیا کی دوڑ میں اس شرط کو پورا کر کے شامل ہوں یا مسلمان بن کر رہیں لیکن زندگی کی دوڑ میں اپنی صلاحیتوں کے استعمال سے دست کش ہو جائیں۔ سیکولرائزیشن کے لیے تعلیم کا اتنا ظالمانہ استعمال شاید ہی کسی تہذیب نے کیا ہو لیکن اس تہذیب کا دعوی یہی ہے کہ وہ انسان کو تعلیم سے آراستہ کرنے میں تاریخ انسانی میں نظیر نہیں رکھتی، برعکس نہند نام زنگی کافور کی ایسی عجیب وغریب مثال شاید ہی کہیں ملے۔

اضافی نصاب سے مراد وہ تعلیمی سرگرمیاں ہیں جن کو نصابی تعلیم میں نہیں رکھا جاتا، انہیں آج ایکسٹرا کریکولر سرگرمیاں (Extra Curricular Activities) کہا جاتا ہے، تعلیم گاہوں میں ان سرگرمیاں کا استعمال بطور خاص سیکولرائزیشن کے لیے ہوا، ان سرگرمیاں

میں لازماً ہر سرگرمی بری نہیں تھی لیکن ان کی توجیہ دراصل سیکولرائزیشن کے لئے کی گئی۔ آج بھی یہ طریقہ عام اور موثر سیکولرائزیشن کے طریقوں میں اہم سمجھا جاتا ہے۔

۳۔ بذریعہ زبان

سیکولرائزیشن کا عملِ زبان کے تعلق سے اور زبان کا سہارا لے کر نہایت موثر طریقے سے کیا گیا چنانچہ زبانوں کے صرف اور نحو میں ایسی تبدیلیاں لائی گئیں، الفاظ کو نہایت مصنوعی طریقے سے اس طرح دخیل کیا گیا جس میں سیکولرائزیشن کا ایک منصوبہ بند عمل پوشیدہ تھا۔ عالم اسلام میں عربی، فارسی، ترکی اور اردو کے ساتھ نہایت وسیع پیمانے پر اور منصوبہ بند طریقے سے یہ عمل کیا گیا۔ جدید عربی کے نام پر، فارسی سے عربی الفاظ کے اخراج کے نام پر اور اردو کو سہل بنانے کے نام پر اسے توحید، رسالت، آخرت کے تصورات سے عاری کرنے کی کوشش کی گئی، اس کی سیکولرائزیشن کی گئی اور پھر اس زبان کا استعمال اس زبان بولنے لکھنے اور پڑھنے والوں کی سیکولرائزشن کے لیے ہوا۔

۴۔ بذریعہ ادب

تخلیقی سطح پر ادب کو سب سے زیادہ شکار کیا گیا۔ گزشتہ دوسو سالوں میں عالم اسلام میں یہ عمل اتنا شدید طریقے سے ہوا کہ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ یہ تو سراسر اسلام اور اسلاف کی تخلیقی تاریخ کی سخت جانی تھی کہ اسلام زندہ رہ گیا ورنہ سیکولرائزیشن کا یہ عمل اتنا شدید تھا کہ اس سے جانبر ہونے کی بظاہر توقع نہ تھی، سیکولرائزیشن کے سارے مناہج اور طریقوں سے ادب کو آلودہ کیا گیا، ایسا ادب تخلیق کیا اور کروایا گیا اور اسے زیادہ سے زیادہ شائع کیا گیا جس سے امت سیکولرائز ہو جائے۔ عہد قدیم میں اگر کوئی ادیب وشاعر سیکولرازم کے ان معیارات پر پورا اترتا تھا تو اسے زندہ کرنے کی کوشش کی گئی۔

۵۔ بذریعہ طب وطبی تعلیم

طب اور طبی تعلیم انسانیت کا ایک پاکیزہ عمل ہے اور ہر زمانے میں اس کو باوقار سمجھا گیا لیکن یہودیوں نے اس فن اور اس کی تعلیم کو اس صدی میں سیکولرائزیشن کے لئے استعمال کیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ طبی تعلیم اور طبی اعمال کا استعمال الحاد، اباحیت اور جنسیت کو عام

کر کے معاشرے کو سیکولرائز کرنے کے لیے کیا جائے گا۔ اناٹومی، فیزیالوجی اور علم ادویہ کا استعمال ہر طرح کی اباحیت اور بے شرمی کو عام کرنے کے لئے ہوا چنانچہ میڈیکل پیشہ سے جڑنے والے افراد کی سیکولرائزیشن سب سے زیادہ ہوئی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اس پیشہ کی اخلاقیات اب انسانی حدود کو پھلانگ کر وحشیوں کی حدود میں داخل ہوگئی ہیں۔

۶۔ بذریعہ میڈیکل ادارہ

میڈیکل ادارہ سے مراد میڈیکل سائنس کی تعلیم گاہیں، تجربہ گاہیں اور ہاسپٹل ہیں۔ سیکولرائزیشن کیلئے ان مقامات کا جتنا استعمال ہوا اتنا شاید ہی کسی اور تعلیم گاہ کا ہوا ہو۔ میڈیکل تعلیم گاہوں کے فارغین اور تجربہ گاہوں اور ہسپتالوں میں کام کرنے والے اس کی گواہی دے سکتے ہیں کہ ایک یا ایک سے زائد مواقع پر وہ کن حالات سے دو چار ہوئے یا انہوں نے دوسروں کو دو چار کیا اور یہ کہ کس طرح اخلاقیات کے حدود کی وہاں پامالی ہوتی رہی ہے۔ ایسا اتفاقاً نہیں ہوا بلکہ منصوبہ بند طریقے سے ان اداروں کا ایسا استعمال ہوا جو معاشرے کو سیکولرائز کر دے۔

۷۔ بذریعہ رسل ورسائل

رسل ورسائل کے ذرائع ہمیشہ سے انسانی فائدے کے لئے استعمال ہوئے۔ ان میں خواہ کوئی تبدیلی ہوئی ہو ان کی حقیقت وہی رہی لیکن عہد جدید میں ان ذرائع کا استعمال سیکولرائزیشن کے لئے ہوا۔ رسل ورسائل کا نظم خواہ اس کا تعلق داخلی نظم سے ہو یا خارجی ایک خالص انتظامی معاملہ ہے لیکن اس بے ضرر امر کا استعمال انتظامی سطح پر سیکولرائزیشن کے لیے کیا گیا۔ مخلوط رسل ورسائل کے ذرائع میں مخلوط نشستیں، ان کے چلائے جانے کا وہ نظم جو دین کو پامال کرے، ان میں دینی امور کی ادائیگی کا عدم انتظام جیسے خالص انتظامی امور بھی سیکولرائزیشن کے تحت کیے گئے۔

۸۔ بذریعہ طرزِ زندگی

طرزِ زندگی سے مراد ہے لباس، رہائش، وضع وقطع سے متعلق وہ امور جن میں انسانی ضرورت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ جمالیاتی اور حسی تسکین کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ عہد جدید میں ان اموراور طرزِ زندگی کا استعمال منصوبہ بند طریقے سے سیکولرائزیشن کے لیے کیا گیا، اس

کے لیے قانونی، عملی اور تعزیری طریقے اختیار کیے گئے، داڑھی رکھنے، مخصوص لباس پہننے یا طرز زندگی اختیار کرنے کی پاداش یا انعام میں سزا یا عطا کا معاملہ کیا گیا۔ ترکی نے قانونی طور پر ان کا نفاذ کیا، اسی طرح تمام اشتراکی ملکوں میں اس پر عمل درآمد ہوا۔ برطانوی پیٹرن میں سلبی طریقہ اختیار کیا گیا... مصر نے اس کو راسخ کر کے دینی حلقوں کے درمیان پہنچا دیا چنانچہ اس نے امت کو عجیب وغریب طرح سے متاثر کیا۔ اس کی انتہاء یہ ہے کہ اب اسلام سے نابلد حلقوں کی بات تو جدا اسلام پسند حلقے بھی اس بحث میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں کہ داڑھی کی شرعی حیثیت ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ داڑھی کتنی ہونی چاہیے؟ اسلامی لباس سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کہ پینٹ اور شرٹ اسلامی لباس ہیں یا نہیں؟ یہ تمام گفتگو دراصل سیکولرائزیشن کے گہرے اثرات کی یاد دلاتی ہے، سیکولرائزیشن کا یہ سفر نہایت کامیابی سے منزلیں طے کرتا رہا، پگڑی سے ترکی ٹوپی اور پھر ٹوپی تک پھر ٹوپی سے چھوٹی ٹوپی تک اور وہاں سے ننگے سر تک کا یہ سفر سیکولرائزیشن کی ہی کامیابیاں ہیں۔

۹۔ بذریعہ شہری آبادکاری یا تعمیرات

سیکولرائزیشن کی اہم ترکیبوں میں سے ایک جسے اب نہایت وسیع پیمانے پر اس کام کے لیے استعمال کیا جارہا ہے بذریعہ شہری آبادکاری اور تعمیرات ہے۔ یہ محض اتفاق نہیں کہ گاؤں اجاڑے اور شہر آباد کئے جارہے ہیں، یا یہ کہ رہنے کے لیے پیوست کالونیاں تعمیر ہو رہی ہیں اور ان میں LG اور MIG کوارٹرز تعمیر کئے جارہے ہیں، سیکولرائزیشن کے منصوبے کے تحت یہ ایک بڑی پیچیدہ سازش ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ سیکولرائزیشن کے عمل کے ذریعہ عالمی اجتماعیت کو توڑ کر انسان کو فرد کی سطح تک لا کر تنہا کر دیا جاتا ہے چنانچہ سیکولرائزیشن اس کی متقاضی ہے کہ انسان خلافت، قومی حکومت، علاقائی اتحاد حتیٰ کہ گھرانہ پھر خاندان کو تباہ کر دے، ہو سکے تو زوجین مزید نیچے اگر پھر مرد اور عورت کی سطح تک تنہاء ہو جائیں چنانچہ سیکولرائزیشن کا تعمیراتی عمل ایسی رہائشی صورت حال پیدا کرتا ہے جس سے خاندان ٹوٹ جائیں۔ گھرانے کے بندھن اور معاشرتی بندھن کمزور پڑ جائیں حتی کہ زوجین اور چھوٹے بچے ہی یکجا رہ پائیں اگر ہو سکے تو وہ بھی ٹوٹ جائیں تاکہ صرف ایک فرد پر گھر متصور ہو چنانچہ موجودہ عہد میں ان تمام امور کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اسکائی اسکریپر اور میگا سٹی پلاننگ اس کی

آخری شکلیں ہیں۔

۱۰۔ بذریعہ تبدیلی رسم الخط

زبانوں کے تعلق سے سیکولرائزیشن کا یہ عمل اس طرح انجام پاتا ہے کہ عالم اسلام کی ان زبانوں کے رسم الخط کو تبدیل کر دیا جاتا ہے جو اس کے اصلی دینی ورثہ سے قریب تر ہو، چنانچہ عربی، فارسی، ترکی اور اردو جیسی تمام بڑی زبانوں کے رسم الخط کی تبدیل کرنے کی کوششیں ہوئیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی کے عربی رسم الخط کو بدل کر رومن کر دیا، اسٹالن نے وسطی ایشیا کے عربی رسم الخط کو سیریلک (Cyrilic) میں بدل دیا، برصغیر میں پورے پچاس کی دہائی میں اس کی کوششیں ہوتی رہیں کہ اردو کا رسم الخط بدل کر رومن یا دیوناگری کر دیا جائے۔ یہ تمام کوششیں ہر چند کہ ترقی کے نام پر کی گئیں مگر ان کا اصل مقصد زبانوں کو سیکولرائز کرنا تھا۔

۱۱۔ بذریعہ تبدیلئ نام

سیکولرائزیشن کا یہ طریقہ نہایت وسیع پیمانے پر استعمال کیا گیا، کہیں یہ عمل بہ زور اور بہ جبر انجام دیا گیا اور کہیں خوف اور دہشت مسلط کر کے اور کہیں قانونی طور پر اور کہیں ابھار کر یا اکسا کر۔ بلقان اور مشرقی یورپ میں مسلمانوں کو اپنے نام تبدیل کر کے غیر مسلموں کی طرح نام رکھنے پر مجبور کیا گیا۔ روس میں اسٹالن کے زمانے میں خوف اور دہشت پھیلا کر ایسا کیا گیا، بطور خاص برطانوی طرز کے علاقوں میں ابھار کر یا اکسا کر ان کی تبدیلی کی طرف مائل کیا۔ بعض صورتوں میں ایسے طرز اور فیشن رائج کئے گئے جن کے ذریعہ غیر محسوس طریقے سے ناموں کی تبدیلی سے مسلمانوں کی سیکولرائزیشن کی گئی، مثلاً ایسے نام جو اردو یا فارسی کے تو ہوں مگر ان کی اسلامی حیثیت رخصت ہو چکی ہو، ایسے ناموں کے فیشن کو رائج اور عام کیا جاتا ہے، مثلاً لڑکیوں کے نام ندا، حِنا، سیما وغیرہ۔

۱۲۔ بذریعہ تبدیلئ علاقہ

سیکولرائزیشن کا ایک طریقہ ملی جلی کالونیوں کا بہ طور خاص قیام ہے۔ موجودہ عہد میں صنعتی علاقے کی کالونیاں ہوں یا شہری علاقے کی، وہ سیکولرائزیشن کے لئے نہایت مددگار ہو رہی ہیں۔ ان کالونیوں میں دینی احساسات، حمیت، عبادات، خلوص اور طبیعت باسانی مجروح

ہوتے ہیں یا ان میں جلد انسان سمجھوتے کرنے لگتا ہے، یہاں تک کہ چند ہی دنوں کے اندر سیکولرائزیشن کو مجبوراً ہی سہی عملاً قبول کر لیتا ہے۔

۱۳۔ بذریعہ رابطۂ عام

سیکولرائزیشن کے طریقوں میں سے یہ ایک وسیع الاطراف اور متعدد الابعاد ذریعہ ہے، سیکولرائزیشن کی قوتیں جب یہ محسوس کرتی ہیں کہ مسلمانوں کا کوئی طبقہ اور بطور خاص اعلیٰ اور متوسط طبقہ سیکولرائزیشن کی مزاحمت کر رہا ہے تو وہ انہیں by pass کر کے عوام تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہیں تا کہ ان کو سیکولرائز کریں، اس کے لیے ان طریقوں کا استعمال کیا جاتا ہے، یوں تو یہ طریقہ وسیع پیمانے پر استعمال کیا گیا اور اب بھی کیا جا رہا ہے لیکن یہاں بطور خاص تین تجربوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

روسی تجربہ: اسٹالن نے اپنے دور میں جبر واستبداد کا سہارا لے کر علماء اور اکابرین کو by pass کر کے عوام تک پہنچنے کے لیے، مردوں کو بائی پاس کر کے عورتوں تک پہنچنے کے لیے اور والدین کو بائی پاس کر کے بچوں تک پہنچنے کے لیے اس کا استعمال کیا اور اس سلسلے میں مظالم کی انتہاء کر دی۔

کانگریسی تجربہ: مسلمان عوام کو سیکولرائز کرنے کا یہ کانگریسی تجربہ (جس کی داغ بیل جواہر لال نہرو نے ڈالی تھی) تیس کی دہائی میں کیا گیا۔ اس کا مقصد تھا علماء اور مسلم قیادت کو بائی پاس کر کے براہ راست مسلم عوام تک رسائی حاصل کرنا۔ حیرت ہے کہ اسٹالن اور نہرو کے یہ تجربے اپنے اپنے مخصوص حالات میں ایک ہی وقت میں ہو رہے تھے۔ نہرو کا یہ ماس کنٹیکٹ (Mass contact) کا پروگرام جو بعض جگہوں پر اجتماعی ارتداد کی شکل میں بھی ظاہر ہوا، سیکولرائزیشن کا ایک منصوبہ بند پروگرام تھا۔

آنگن واڑی تجربہ: گزشتہ دس سالوں سے سیکولرائزیشن کا یہ تجربہ مسلم مردوں اور علماء یا باشعور طبقے کو بائی پاس کر کے مسلم خواتین تک پہنچنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ مسلم معاشرے کے محفوظ ترین کور (core) یعنی عورتوں تک رسائی حاصل کرنا تا کہ انہیں سیکولرائز کیا جائے، نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ ایک باضابطہ سروے کے بعد ہی اس کا اندازہ ہوگا کہ

اس طریقے سے مسلم معاشرے کی عورتیں کس درجے میں سیکولرائز ہو چکی ہیں۔

۱۴۔ بذریعہ جنسیت و عریانی

مسلم معاشرے کی سیکولرائزیشن کے لیے یہ عمل بیسویں صدی کے آغاز سے برصغیر میں اپنایا جانے لگا تھا لیکن اس کا عروج ترقی پسندوں کے ہاتھوں تیس کی دہائی میں ہوا۔ مسلمان معاشرہ جس ادب، زبان اور ثقافت سے مربوط تھا اسے جنسی فحاشی اور عریاں ادب سے بھر دینے کی کوشش ہوئی۔ یہ اکا دکا واقعات نہیں تھے بلکہ ایک منظم سازش اور منصوبہ بند عمل تھا۔ عصمت چغتائی، سعادت حسن منٹو، میرا جی سے یہ سفر فہمیدہ ریاض تک اسی راستے سے طے ہوا۔

۱۵۔ بذریعہ ریگنگ

سیکولرائزیشن کا یہ ایک نادر طریقہ کار تھا جو ابتداءً انفرادی طور پر شروع کیا گیا لیکن جلد ہی یہ پورے ملک میں ادارے کی طرح کام کرنے لگا۔ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں آنے والی نسل کو جو دینی ماحول، اخلاقی آداب اور روایتی طریقوں سے متصف ہوتی تھی آداب سکھانے کے نام پر بداخلاق، بے شرم، غیر روایتی یا بالفاظ دیگر ماڈرن بنانے کیلئے اسے رائج کیا گیا۔ سیکولرائزیشن کا یہ عمل بہت جلد Sadistic اور Transferable ہو گیا، ہر نسل آنے والی نسل سے اپنی بے عزتی اور تحقیر کا بدلہ غیر محسوس شعور کے ساتھ لینے لگی۔

۱۶۔ بذریعہ اشتہارات

سیکولرائزیشن کا یہ عمل مسلم معاشرے میں ۱۹۷۰ء کے بعد شروع ہوا اور اب اس کی تیز رفتاری قابل دید ہے۔ اشتہارات سے مراد Electronic and Printing Hoardings, Advertisements وغیرہ ہیں، ان کے ذریعہ معاشرے کو اب اطلاع دینے سے زیادہ سیکولرائز کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔

۱۷۔ بذریعہ سنگ تراشی و بت گری

مسلم معاشروں میں بعض نہایت دیدہ دلیرانہ اور جارحانہ اقدامات کے ذریعہ بھی سیکولرائزیشن کو عام کرنے کی تدبیریں ہوئیں چنانچہ انہیں تدبیروں میں سے ایک یہ تھی کہ

مسلم معاشرے میں جو بت شکنی اور انکار شرک کے لیے مشہور ہے، بت گری کرانے اور انہیں شاہراہوں پر ایستادہ کرنے کا عمل شروع ہوا چنانچہ مصر میں ناصر نے جگہ جگہ فرعون اور اپنے بت نصب کیے۔ شاہ ایران نے ایران میں اسی عمل کو دہرایا۔ صدام حسین نے عراق میں تو آدم بلکہ دیوقامت تصویروں کو آویزاں یا ایستادہ کیا۔ سیکولرائزیشن کی اسی عدیم النظیر کوشش کا نتیجہ اس صورت میں نکلا کہ ایک یونیورسٹی جس کا نام جامعہ ملیہ اسلامیہ ہے اس کے کیمپس میں غالب کا بت کھڑا کر دیا گیا جو اب بھی پوری قوم کے لیے نشان عبرت بنا موجود ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ سیکولرائزیشن کا یہی عمل جزیرۃ العرب میں بھی شروع کر دیا گیا ہے۔

۱۸۔ بذریعہ پیکیجنگ، اسٹیکر اور سائن

سیکولرائزیشن کے طریقوں کو مزید ترقی دی گئی اور سامانوں کو بند کرنے کے لئے جو پیکیجنگ ہوتی ہے، ان پر مخصوص تصویروں، اسٹیکروں اور سائنوں کے ذریعہ معاشرے کے مختلف طبقات کو سیکولرائز کرنے کی کوشش کی جانے لگی، ابھی فرانس کی ایک کمپنی نے شراب کی بوتل پر کلمہ طیبہ لکھوا کر اسے مسلم ملکوں کو درآمد کرنے کی کوشش کی۔

۱۹۔ بذریعہ رسوم ورواج

سیکولرائزیشن کا یہ طریقہ پوری دنیا میں مختلف اعتبار سے پورے منصوبہ بند طریقے سے جاری کیا گیا چنانچہ سیکولرائزڈ ہو جانے والوں سے مخصوص اعمال یا فیصلے کرنے کو یقینی بنایا گیا، اس میں خاص نئی رسوم کا اجراء ہے خواہ انہیں کسی نام سے بھی شروع کیا گیا ہو مثلاً انڈیا میں مسلمان کو نذرِ آتش کرنا یا خود سے اس کی وصیت کروانا، تلک لگانے کو رائج کرنا، راکھی کو رائج کرنا، مشرقی یا مغربی لباس کو سیکولرائزیشن کے عمل کے تحت رواج دینا، جنگ خلیج کے بعد عربوں کو عام طور پر اس کے لیے مجبور کیا گیا کہ اب ان کے سرکاری وفود تقریبات میں عربی لباس کے بجائے مغربی لباس زیب تن کریں، شیو بنائیں، داڑھی کو ناقابل دید حد تک ترشوائیں وغیرہ۔

۲۰۔ بذریعہ ویڈیو فلم سازی

سیکولرائزیشن کے جدید ترین طریقوں میں مسلم معاشرے میں تقریبات کے موقع پر ویڈیو اور فلمسازی کو عام کرنا اور رواج دینا ہے۔ چنانچہ اس رواج کے نام پر مسلم گھر پوری طرح

سیکولرائزیشن کیلئے Expose ہو چکے ہیں۔بعض جگہوں میں اس نے وہ شکلیں اختیار کر لیں ہیں جنکا انسان تصور نہیں کرسکتا چنانچہ ایک عرب کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس نے دوران زچگی اپنی بیوی کی پوری ویڈیوفلم تیار کروائی ہے،ظاہر ہے جب معاشرے میں ننگی فلمیں عام کر دی گئی ہوں تو خود اپنی بیوی کے ساتھ یہ سلوک کچھ زیادہ عجب نہیں۔سیکولرائزیشن کی راہ میں اسلام کا نظامِ حجاب ہمیشہ حائل رہا ہے چنانچہ تصویروں اور تصویر کشی کو مقبول عام بنا کر اس پورے نظام کو مفلوج کر دیا گیا۔

۲۱۔بذریعہ ڈرائیونگ

بعض اوقات ایسے نادر طریقوں کا استعمال کیا جاتا ہے جن کا اصل مقصد سیکولرائزیشن کے ذریعہ اسلامی نظام کو درہم برہم کرنا ہوتا ہے۔حالیہ زمانے میں اس قسم کی ایک کوشش مسلم عورتوں کو ڈرائیونگ کی طرف مہمیز کر کے اوران کو اس راہ میں اکسا کر کی گئی۔مسلم خواتین کی ڈرائیونگ سے محض ڈرائیونگ کا معاملہ متعلق نہیں ہے بلکہ ایک پورے نظام کا تعلق ہے چنانچہ کویت اور سعودی عرب میں اس کی کوشش دراصل اس راہ سے سیکولرائز کرنے کی ایک نادر مثال ہے۔

۲۲۔بذریعہ سیکولر ٹرینڈ

سیکولرائزیشن کے طریقوں میں یہ ایک دقیق نکتہ ہے۔سیکولر ٹرینڈ سے مراد کسی قوم کے انفرادی اور اجتماعی رویے میں ایسی باتیں پیدا ہو جانا یا کر دینا جو خلاف فطرت لگیں۔خلاف فطرت لگنے سے مراد ان کا ان رجحانات کا حامل ہو جانا ہے جو ان سے متوقع نہ ہوں۔اس کی ایک آسان مثال یہ ہے کہ ایک چھ سال کے بچے سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ بھرپور جوان انسان کی طرح جنسی خواہشات رکھے،جنسی اعمال کی جسارت کرے یا اسے عمل کی صورت دے لیکن اگر ایسا ہو جائے تو اسے سیکولر ٹرینڈ کا ظہور کہتے ہیں۔سیکولرازم اس کا خواہش مند ہے کہ ایسا ہو چنانچہ معاشرے کو اباحیت،جنسیت اور فحاشی میں فرق کرنے کی غایت اس ٹرینڈ کا پیدا کیا جانا ہے۔سیکولرائزیشن کے تحت اس کی کوشش ہوتی ہے کہ معاشرے میں اس ٹرینڈ کا ظہور ہو،اسے تقویت ملے اور وہ پورے معاشرے میں گوناگوں طریقے سے پھیل جائے۔یہ مثال ان ہزاروں طریقوں میں سے ایک ہے جو اس عمل کے ذریعہ مطلوب ہے۔

۲۳۔ بذریعہ سیکولر تہوار

سیکولرائزیشن کی منصوبہ بند کوششوں کا ایک مقصد معاشرہ میں دینی تقریبات اور رسم ورواج کو بند کر کے سیکولر تہوار اور تقریبات کا اجراء کرنا یا دینی تقریبات کی روح کا خاتمہ اور ان کی حیثیت کو مسخ کر کے انہیں تبدیل کر دینا ہے۔ یہ ایک غیر معمولی کارنامہ ہے ان عمرانیات کے سائنسدانوں کا جو روس میں ہوئے لیکن اب ان کا استعمال ساری دنیا کی سیکولر قوتیں کرنے لگی ہیں چنانچہ کلم (Kalym) اور کوئنک باور (Kuiryk bauyr) میں تبدیلی اور قزل توئی (Kizil-tyui) یا یا گیچہ توئی (Yangicha tui) کی تبدیلیاں اس قسم کی ہیں۔ ازبک گھروں میں اب اچکری (Tehkari) اور تشکری (Taskari) کا خاتمہ اور ازبک عورتوں میں پرنجہ اور بچوان کا خاتمہ اس سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء میں روسیوں نے مسلمانوں کو دینی تہواروں کو چھوڑ کر سیکولر تہواروں کو اختیار کرنے پر مجبور کیا چنانچہ خُول بیرامی (Khool Barami) یعنی عید حاصل اور پختہ بیرامی (Pakhtu Bairami) کو ان میں رواج دیا گیا۔ ہندوستان میں اسی طرح کئی سیکولر تہواروں کو رواج دینے اور کئی دینی تقریبات کو مسخ کرنے کی کوششیں ہوئیں۔ ان دنوں جس دینی امر کو سیکولرائز کرنے کی باضابطہ کوشش ہو رہی ہے وہ افطار پارٹیاں یہ پارٹیاں ایک طرف افطار کو روزے کی روح سے الگ کر دیتی ہیں تو دوسری طرف جاہ پسند اور دنیا پرست لوگوں کی چلت پھرت سے رمضان کی روح کا خاتمہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ پورا مہینہ چلنے والی افطار کی تقریبات نے اب تراویح کو تقریباً مجروح کرنا شروع کر دیا ہے۔

۲۴۔ بذریعہ ناموافق توقیت

سیکولرائزیشن کا یہ عمل بھی نہایت باریک بینی سے کیا جا رہا ہے جسے عام طور پر کوئی محسوس نہیں کر سکتا۔ کسی سرکاری یا غیر سرکاری کام، تقریب، ڈیوٹی، سفری شروعات، ٹریول، ہوائی جہازوں کے اوقات وغیرہ امور کو اس طرح متعین کرنا کہ وہ دین پر چلنے کو مشکل بنا دے چنانچہ جمعہ کو ہفتہ وار چھٹی نہ کرنا، عین جمعہ کے وقت مشغولیت کی پابندی کرانا، ٹرین اور جہازوں کے چھوٹنے کا وقت متعین کرانا اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ (بقیہ صفحہ نمبر: ۳۸)

بقیہ: سبق تدریس القرآن

۲۔ بِكْرٌ : باکرہ یعنی کنواری، غیر شادی شدہ، جس کے بچے نہ ہوں۔یعنی وہ ایسی گائے ہو جو گابھن نہ ہوئی ہو اور بچے نہ جنتی رہی ہو۔

۳۔اکٹھے لکھے گئے الفاظ: فَجَعَلْنَا هَا = فَ + جَعَلْنَا + هَا مِنْكُمْ = مِنْ + كُمْ اِنَّا = اِنْ + نَا

فَذَبَحُوْهَا = فَ + ذَبَحُوْا + هَا لِلْمُتَّقِيْن = لِ + اَلْ + مُتَّقِيْنَ

۵۔ بَيْنَ يَدَيْهَا: لفظی ترجمہ ہے ''اس کے ہاتھوں کے درمیان''۔اس کا مطلب ہے: اس کے سامنے، اس کے پاس۔اس کی موجودگی میں۔

مفہوم کا خلاصہ

بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور ان پر اللہ کے فضل وکرم کی تفصیل جاری ہے۔ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب نازل کی لیکن انہوں نے اس پر عمل نہ کیا۔

۲۔ انہوں نے سبت کے قانون کی خلاف ورزی کی (ان کو حکم تھا کہ ہفتے والے دن کام نہ کریں صرف عبادت کریں) تو اللہ نے ان کی شکل مسخ کر کے انہیں بندر بنادیا۔اور یوں انسان سے حیوان بنا کر اللہ نے انہیں ذلت کی سزا دی اور دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بنادیا۔

۳۔ ان کی گاؤ پرستی کی عادت پر ضرب لگانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جس طرح کی سنہری گائے کی وہ پرستش کرتے تھے اسے ذبح کریں۔وہ لیت ولعل سے کام لینے لگے۔کبھی کہتے اس کا رنگ کیا ہو؟ کبھی پوچھتے اس کی عمر کیا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے ہر بات وضاحت سے بتادی اور انہیں چارو ناچار گائے ذبح کرنی ہی پڑی ورنہ ان کا دل نہیں تھا۔

۴۔ اللہ سے معصیت کا نتیجہ دنیا میں بھی ذلت ہے اور آخرت میں بھی رسوائی ہے۔

حاصل کردہ سبق

۱۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر دل سے اور خوشی سے عمل کرنا چاہیے اور حیلوں بہانوں سے کام نہیں لینا چاہیے۔

۲۔ اللہ کی کتاب (قرآن حکیم) کو پڑھو، سمجھو، اس پر عمل کرو اور اسے دوسروں تک پہنچاؤ۔

۳۔ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔

علم کی شمع جلتی رہے

معزز قارئین، ماہنامہ البرہان تعلیم وتزکیہ کے لیے اپنی سی کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں یہ شمع روشن تبھی رہے گی جب آپ اس میں اپنے حصے کا تیل ڈالتے رہیں گے لہٰذا مالی تعاون سے اس مشن کو زندہ رکھنے کا باعث بنیں۔

سونیری بینک لمیٹڈ، مین برانچ، دی مال، لاہور

اکاؤنٹ نمبر: PK92SONE0000120000056341

جازکیش: 0300-4354673